جلد ۲۳ | مورخہ ۶ جمادی الاول ۱۳۵۴ھ | یوم سہ شنبہ | مطابق ۶ اگست ۱۹۳۵ء | نمبر ۳۱

مدینۃ المسیح

قادیان ۴ اگست۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی صحت خداتعالےٰ کے فضل وکرم سے اچھی ہے۔

صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ بنت حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ۔ اور صاحبزادہ خلیل احمد صاحب ابھی تک بعارضہ بخار بیمار ہیں۔ دعائے صحت کی جائے۔

نظارت تعلیم وتربیت کی طرف سے مقامی واعظ مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری کو سیالکوٹ بھیجا جا رہا ہے۔

افسوس ولی محمد صاحب میر لودھیانوی ایک لمبا عرصہ بیمار رہنے کے بعد ۳۔۴۔ اگست کی درمیانی شب فوت ہوگئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے جنازہ پڑھایا۔ احباب دعائے مغفرت کریں۔ مرحوم کو تبلیغ کا بہت شوق تھا۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

دعاؤں میں استقلال سے کام لینا چاہیئے

فرمایا:۔ "مومن کا کام ہے۔ کہ ہمیشہ دعا میں لگا رہے، اور اس استقلال اور صبر کے ساتھ دعا کرے۔ کہ اس کو کمال کے درجہ پر پہونچا دے۔ اپنی طرف سے کوئی کمی اور دقیقہ فروگزاشت نہ کرے۔ اور اس بات کی بھی پروا نہ کرے۔ کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ بلکہ

گر نباشد بدوست رہ بردن
شرط عشق است در طلب مردن

جب انسان اس حد تک دعا کو پہونچاتا ہے۔ تو پھر اللہ تعالےٰ اس دعا کا جواب دیتا ہے۔ جیسا کہ اس نے وعدہ فرمایا ہے ادعونی استجب لکم۔ یعنی تم مجھے پکارو۔ میں تمہیں جواب دوں گا۔ اور تمہاری دعا قبول کروں گا۔ حقیقت میں دعا کرنا بڑا ہی مشکل ہے۔ جب تک انسان پورے صدق ووفا کے ساتھ اور صبر اور استقلال سے دعا میں لگا نہ رہے۔ تو کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ بہت سے لوگ اس قسم کے ہوتے ہیں جو دعا کرتے ہیں۔ مگر بڑی بے دلی اور عجلت سے۔ چاہتے ہیں۔ کہ ایک ہی دن میں ان کی دعا مثمر بہ ثمرات ہو جائے۔ حالانکہ یہ امر سنت اللہ کے خلاف ہے، اس نے ہر کام کے لئے اوقات مقرر فرمائے ہیں۔ اور جس قدر کام دنیا میں ہوتے ہیں۔ وہ تدریجی ہیں۔ اگرچہ وہ قادر ہے۔ کہ ایک طرفۃ العین میں جو چاہے۔ سو کر دے۔ اور ایک کن سے سب کچھ ہو جاتا ہے۔ مگر دنیا میں اس نے اپنا یہی قانون رکھا ہے، اس لئے دعا کرنے وقت آدمی کو اس کے نتیجہ کے ظاہر ہونے کے لئے گھبرانا نہیں چاہیئے"

(الحکم ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۳ء)

نیشنل لیگ کا بیان سیاسیاتِ ہند کے متعلق منتہائے نظر

احمدی ہر غیر ملکی حملہ آور کا مقابلہ ابنائے وطن کے ساتھ مل کر کریں گے

نیشنل لیگ قادیان کے ایک جلسہ کی کارروائی

۳ اگست نیشنل لیگ قادیان کا ایک نہایت اہم جلسہ ۵ بجے بعد نماز عصر مسجد اقصےٰ میں زیر صدارت جناب شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ منعقد ہوا۔ جس میں الحاج مولوی عبدالرحیم صاحب نیر اور جناب شیخ صاحب موصوف نے لیگ کے آئندہ لائحہ عمل کے متعلق تقاریر فرمائیں۔

مولوی عبدالرحیم صاحب نیر نے فرمایا

سیاست کے معنی ہماری اصطلاح میں ایسی تحریکات کا جاری کرنا ہے۔ جو حکومت وقت اور قانون کے خلاف ہوں۔ ایسی سیاست سے ہم نے ہمیشہ اجتناب کیا ہے۔ اور کرتے رہیں گے مگر اب حالات اس قدر متغیر ہو گئے ہیں۔ اور حکومت کے نقطہ نظر میں اب فرق واقع ہو گیا ہے۔ کہ ہمارے لئے اہل ملک کی خیر خواہی اور حکومت کی اصلاح کے لئے اپنی سیاسیات کے نقطہ نگاہ کو سامنے رکھتے ہوئے حالات کے مطابق طریق عمل اختیار کرنا ضروری ہے۔ جس طرح مذہبی لحاظ سے ہم دنیا کے پیشوا ہیں۔ اور ہم نے مسلمانوں کو تباہی سے بچایا ہے۔ جس کا بین ثبوت یہ ہے۔ کہ جہاں کہیں آپ کسی واقف مسیحی مشنری سے گفتگو کریں گے وہ آپ سے یہی کہے گا۔ کہ مسلمان ہمارا شکار تھے۔ جس کو احمدیوں نے ہم سے چھین لیا ہے اسی طرح سیاسیات میں بھی مسلمان بہت کمزور اور غلط روش اختیار کرنے کے عادی ہیں دوسری قومیں گورنمنٹ کا مقابلہ کرتی ہیں۔ اور بہت سخت مقابلہ کرتی ہیں۔ مگر وہاں کشت و خون نہیں ہوتا۔ لیکن مسلمان ہیں۔ کہ کراچی میں بھی گولیوں کا نشانہ ہوتے ہیں۔ اور لاہور میں بھی۔

پس حکومت کی اصلاح اور مسلمانوں کی صحیح راہ نمائی کے لئے نیشنل لیگ کو جدید سکیم کے ماتحت کام کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ ہمارے پیش نظر ہندوستان کے متعلق برطانوی ایمپائر کے اندر درجہ نو آبادیات ہے۔ اور موجودہ حکومت پنجاب نے جو طرز عمل جماعت احمدیہ کے متعلق روا رکھا ہوا ہے اسے مہذب دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے۔ ہمارے نزدیک حکومت کے تدبر اور دوراندیشی میں فرق آ گیا ہے۔ ہمارے دل میں جو محبت اس کے لئے پہلے تھی۔ افسوس کہ حکومت پنجاب کی معاندانہ روش کے باعث وہ اب نہیں رہی ہم دیکھتے ہیں۔ کہ لاہور میں احراریوں کا جلسہ ہوتا ہے۔ اس میں ایک گروہ کہتا ہے۔ کہ فلاں لیڈر ڈپٹی کمشنر لاہور کے پاس بیٹھے تھے اور دوسرا جواباً کہتا ہے۔ جیسا کہ "پرتاپ" ۲۴ جولائی نے لکھا ہے۔ کہ "احراری بھی تو گورنر صاحب کے دروازہ پر جوتیاں چٹخاتے پھرتے ہیں" اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ برطانیہ کے دشمن احراریوں کی حکومت پنجاب تک خاص رسائی ہے۔ اور جو کچھ ہو رہا ہے۔ اس میں کسی کا ہاتھ معلوم ہوتا ہے۔ کوئی ہندوستان میں اصلاحات کا مخالف ہے۔ کوئی برطانیہ سے اس کے دوستوں کو دور کرنا چاہتا ہے۔

غرض ہم کو اب حکومت کی اصلاح اور ملک کی خدمت کرنا ہے۔ اور نیشنل لیگ کو نئے طریق عمل پر کام کر کے دنیا کو بتلانا ہے۔ کہ احمدی ہر میدان میں خدا کے فضل سے کامیاب ہو سکتے ہیں اس موقعہ پر مولوی صاحب موصوف نے فرمایا ہمارے ملک میں ایک سیاسی سوال ایسا ہے۔ جس کا جواب دیتے ہوئے مسلمان ہمیشہ گھبراتے ہیں۔ مگر ایک احمدی کو اس کا جواب دینے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں۔ وہ سوال یہ ہے کہ اگر ہندوستان آزاد ہو۔ اور اس پر افغانستان حملہ کر دے۔ تو مسلمانوں کو اس وقت کیا روش اختیار کرنا ہو گی۔ احمدی کا جواب صاف ہے۔ جیسا کہ ہمارے واجب الاطاعت امام ایک خطبہ میں فرما چکے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ اولاً صلح کی کوشش کی جائے گی۔ لیکن اگر ہندوستان کی قومی حکومت افغانستان کے ساتھ جنگ کا فیصلہ کرے گی۔ تو ہندوستان کے احمدی اپنے ابنائے وطن کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے غیر ملکیوں کے خلاف صف آراء ہونے میں قطعاً دریغ نہیں کریں گے۔

اس کے بعد جناب شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ نے تقریر کی۔ جس میں نوجوانوں کو میدان عمل میں آنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا۔

برادران! اب تقریریں کرنے کا نہیں۔ بلکہ کام کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ اور ایسے لوگوں کی ضرورت ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عزت اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے وقار کو محفوظ رکھنے کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے کے لئے تیار ہوں ہم نے ہر طریق سے حکومت پنجاب کے سامنے اپنی شکایات پیش کیں۔ لیکن ہماری تمام درخواستوں کو ٹھکرا دیا گیا ہے۔ مسٹر کھوسلہ کے فیصلہ نے ہمارے قلوب کو سخت مجروح کیا ہے اس کی اصلاح کے لئے ابھی بیس دن باقی ہیں۔ اگر ان ایام میں حکومت نے کچھ نہ کیا۔ تو پھر ہم کو قانون کے ماتحت رہ کر ہر قسم کی قربانی کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عزت کے لئے ہر ممکن کوشش کرنا پڑے گی۔ واضح رہے کہ میں مسٹر کھوسلہ کے فیصلہ کو قانون نہیں سمجھتا۔ اور ابھی اس کے متعلق کچھ کہنا بھی نہیں چاہتا۔ کیا آپ ہر قسم کی

خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ کی روز افزوں ترقی

یکم اگست سے ۴ اگست ۱۹۳۵ء تک بیعت کرنیوالوں کے نام

ذیل کے اصحاب دستی اور بذریعہ خطوط حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کر کے داخل احمدیت ہوئے ؛

نمبر	نام	مقام
	دستی بیعت	
۱	سید محمد جعفر صاحب	فیروز پور
	تحریری بیعت	
۲	محمد اسمٰعیل صاحب	ضلع کٹک
۳	امین عبدالکریم صاحب	مونگھیر
۴	مرزا مولا بخش صاحب	موہل دمیال ضلع گجرات
۵	ایک صاحب	فیروز پور
۶	ابو القاسم خانصاحب	ضلع بانکورا (بنگال)
۷	محمد منیم صاحب	" نواب شاہ (سندھ)
۸	حافظ عبدالرحمٰن صاحب	ضلع لاہور
۹	فضل احمد صاحب	ضلع گجرات
۱۰	ایم۔ وی عبدالرحیم صاحب	مالابار
۱۱	فضل محمد صاحب	ضلع جالندھر
۱۲	نذیر حسین صاحب	ضلع بنارس
۱۳	میاں محمد عبداللہ صاحب	ضلع لدھیانہ
۱۴	محمد سلیم صاحب	" ہوشیارپور
۱۵	محمد امین صاحب	" میرپور (جموں)
۱۶	عنایت اللہ صاحب	سندھ

جماعت احمدیہ پر احراریوں کے مظالم کا ذکر پارلیمنٹ میں

لنڈن ۲ اگست۔ آج دارالعوام میں مسٹر سی ایماٹ (کنزرویٹو) کے سوال کا جواب دیتے ہوئے مسٹر بٹلر نائب وزیر ہند نے کہا۔ گذشتہ موسم گرما سے احراریوں کی معاندانہ سرگرمیوں کی وجہ سے جماعت احمدیہ میں سخت ہیجان پھیلا ہوا ہے۔ جو بدقسمتی سے ابھی تک جاری ہے۔ حکومت پنجاب صورت حالات کا بنظر غائر مطالعہ کر رہی ہے ؛

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الفضل

قادیان دارالامان مورخہ ۶ جمادی الاول ۱۳۵۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

جماعت احمدیہ پر مظالم اور موجودہ فتن کے وسیع اثرات

سلسلہ کی عظمت کے قیام اور اس کی ہتک کے ازالہ کیلئے ہر قسم کے خوف سے بے نیاز ہو کر تمام جائز ذرائع سے کام لو

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲ راگست ۱۹۳۵ء

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

میں نے پچھلے خطبہ جمعہ میں ایک بات یہ بیان کی تھی۔ کہ وہ

خلافِ قانون کارروائیاں

جو سنوا تر قادیان میں ہو رہی ہیں۔ اور جن کا ازالہ کرنے سے گورنمنٹ اس وقت تک قاصر رہی ہے۔ اور بعض ایسی غیر آئینی کارروائیاں جن کے مرتکب خود حکومت کے بعض ماتحت افسر ہوئے ہیں۔ وہ صرف ہم پر ہی اثر انداز نہیں ہوتیں۔ بلکہ احرار اور خود گورنمنٹ پر بھی اثر انداز ہوتی ہیں۔ کیونکہ ان واقعات کو جوں جوں شہرت حاصل ہوتی ہے۔ حکومت کے ایک حصہ کے خلاف بھی لوگوں کے دلوں میں تاثرات پیدا ہوتے ہیں۔ اور

احرار کی اخلاقی کمزوری

کے متعلق بھی لوگوں کے دلوں میں تاثرات پیدا ہوتے ہیں:۔

اسی سلسلہ میں میں

ایک بات اور

بھی کہنی چاہتا ہوں۔ جو یہ ہے۔ کہ ان واقعات کا ایک اور اثر بھی گورنمنٹ پر پڑتا ہے جس کو حکومت پنجاب محسوس نہیں کر سکتی۔ کیونکہ اس کا

دائرۂ فکر

بہت محدود ہے۔ انسان میں یہ کمزوری پائی جاتی ہے۔ کہ وہ اسی چیز کو دیکھتا ہے۔ جو اس کے سامنے ہو۔ لیکن اس چیز کے دیکھنے کی کوشش نہیں کرتا۔ جو اس کے کام کے نتیجہ میں آئندہ رونما ہونے والی ہو۔ جب انسان مادی قوتوں سے کام لیتا ہے۔ تو اس کی نگاہ محدود ہو جاتی ہے۔ لیکن جب وہ

غیر مادی قویٰ

کے ذریعہ اپنے چاروں طرف دیکھتا ہے۔ تو اس کی نظر وسیع ہو جاتی ہے۔ جیسے عقل اور غور و فکر کے ماتحت انسان بہت کچھ دیکھ سکتا ہے۔ جبکہ جسمانی آنکھوں کے ذریعہ وہ اسی چیز کو دیکھتا ہے۔ جو اس کے سامنے ہو۔ اسی طرح وہ لوگ جو مادی سامانوں کے ماتحت سوچنے کے عادی ہوں۔ ان کی نگاہ صرف ایک طرف پڑتی ہے لیکن جو زیادہ باریک بین ہوں۔ ان کی نگاہ چاروں طرف پھرتی ہے۔ ہم پر ان واقعات کا جو کچھ اثر ہوا ہے۔ اس کو تو میں آگے بیان کروں گا۔ مگر اس کی

تمام بھیانک ترین توجیہات

جو ہو سکتی ہیں۔ ان کو تسلیم کرتے ہوئے پھر بھی اتنا بُرا اثر ہم پر نہیں ہوا۔ جتنا حکومت یا احرار پر ہوا ہے۔ اور گو پنجاب گورنمنٹ یا گورنمنٹ آف انڈیا۔ یا انگلستان کی حکومت اس اثر کو ابھی محسوس کرنے سے قاصر ہو۔ مگر اس کی

وسعت اور اہمیت

کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ آج نہیں، تو کل۔ موجودہ حکام کو نہیں تو ان سے بعد میں آنے والے حکام کو۔ یا پھر ان حکام کی نسلوں کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ انہیں یہ

سودا بہت مہنگا

پڑا ہے:۔

چنانچہ پہلی چیز یہ ہے کہ جماعت احمدیہ کے حکومت سے جو تعلقات تھے۔ وہ بالکل بے غرضانہ تھے۔ اُن کی بنیاد دین اور مذہب پر تھی۔

حکومت سے تعلقات کی خرابی

پر اتنے مہینے گزر چکے ہیں۔ بلکہ سالوں گزر چکے۔ قریباً اڑھائی سال اس پر ہونے کو آئے ہیں۔ جبکہ حکومت نے بلا وجہ ہم سے بگاڑ پیدا کیا۔ اور بلا وجہ ہمیں اپنے دوستوں کی صف سے نکال کر

دشمنوں کی صف میں

سمجھ لیا۔ حالانکہ نہ ہم پہلے اس کے دشمن تھے، نہ اب ہیں۔ اور نہ آئندہ ہو سکتے ہیں۔ بلکہ ہم تو کسی حکومت کے بھی دشمن نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ہماری مذہبی تعلیم یہ ہے۔ کہ جس حکومت کے ماتحت رہو اس حکومت کی اطاعت و فرمانبرداری کرو۔ جس حد تک حکومت سے ہمارے تعلقات خراب ہو سکتے ہیں۔ اس کی طرف گزشتہ خطبۂ جمعہ میں میں اشارہ کر چکا ہوں۔ اس کو مستثنیٰ کرتے ہوئے

قانون شکنی اور بغاوت

کا خیال بھی ہمارے دلوں میں نہیں آ سکتا۔ کیونکہ ہماری شریعت یہ کہتی ہے۔ کہ حکومت کی اطاعت کرو۔ اور جب حکومت کے افعال کے خلاف قانون شکنی یا بغاوت کا احساس تمہارے دلوں میں پیدا ہو۔ تو تم اس ملک کو چھوڑ دو۔ اور کسی اور ملک میں رہ کر اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے جد و جہد کرو۔ مگر جب تک تم کسی حکومت کے ماتحت رہتے ہو۔ تمہارا یہ حق نہیں کہ تم ملک کا امن اپنے

فوائد کے حصول کی خاطر

برباد کرو۔ اس تعلیم کی وجہ سے یہ ممکن ہی نہیں۔ کہ کبھی ہماری جماعت بغاوت کا موجب ہو۔

جس حد تک وہ جا سکتی ہے۔ وہ وہی ہے۔ جو میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ پس حکومت سے ہمارے تعلقات کبھی ایسے رنگ میں نہیں ہوئے۔ کہ جس پر گورنمنٹ اعتراض کر سکے۔ اور نہ آئندہ ایسے ہوں گے۔ کہ قانونی نقطۂ نگاہ سے کوئی اعتراض ہو۔ ہمارے جو تعلقات اس وقت حکومت سے خراب ہیں۔ ان میں ہمارے کسی رویہ یا تبدیلی کا دخل نہیں۔ بلکہ گورنمنٹ کے

تبدیل شدہ نقطۂ نگاہ

کا اس میں دخل ہے۔ ایسی حالت میں میں سمجھتا ہوں۔ کہ گورنمنٹ کو ہمارے کسی راز کے چھپانے کی ضرورت نہیں۔ جب تک انسان کسی کو اپنا دوست سمجھتا ہے۔ اس وقت تک اگر کوئی راز اس کا معلوم ہو۔ تو وہ اس کو ظاہر نہیں کرتا۔ بلکہ چھپاتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ یہ میرا دوست ہے۔ میں اس کا راز ظاہر کر کے کیوں اس سے اپنے تعلقات بگاڑوں۔ لیکن

گورنمنٹ کا موجودہ رویہ

بتا رہا ہے۔ کہ وہ ہمیں اپنے دوستوں میں سے نہیں۔ بلکہ مخالفوں میں سے سمجھتی ہے۔ ایسے موقعہ پر میں

حکومت کو متواتر چیلنج

دے چکا ہوں۔ اور اب پھر چیلنج دیتا ہوں۔ کہ وہ ثابت کرے۔ ہم نے کبھی اس سے کوئی ایسا فائدہ اٹھایا ہو۔ جو رعایا کے عام حقوق سے بالا ہو۔ اگر ہم نے اس کی خدمات کر کے کوئی دنیوی فائدہ حاصل کیا ہو۔ تو اب اس کا فرض ہے۔ کہ وہ اسے دنیا کے سامنے پیش کر کے ہمیں لوگوں میں شرمندہ کرے۔ ہم نے حکومت کی حمایت میں جانیں دیں۔ ہم نے حکومت کی تائید میں مال خرچ کیا۔ اور ہم نے حکومت کی تائید میں اوقات صرف کئے۔ ان تمام قربانیوں کے بدلے میں حکومت بتائے کہ اس نے ہمیں کبھی کوئی فائدہ پہنچایا ہو۔ آج تک حکومت کا کوئی ایک افسر بھی خواہ وہ سابق افسر ہو۔ یا موجودہ ثابت نہیں کر سکتا۔ کہ ہم نے حکومت سے کوئی خاص فائدہ حاصل کیا۔ نہ بحیثیت قوم جو خدمات ہم نے کیں۔ ان کا بحیثیت قوم کوئی بدلہ لیا۔ اور نہ اپنے خاندان کی خدمات کا حکومت سے کوئی معاوضہ لیا۔ بلکہ اپنے خاندان کے لحاظ سے تو میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں۔ کہ اپنی خدمات کا بحیثیت فرد بھی

ہم نے اس سے بدلہ نہیں لیا۔ دوسرے احمدی افراد میں سے اگر کسی نے حکومت کی خدمت کر کے بحیثیت فرد کوئی معاوضہ لیا ہو۔ تو وہ اور بات ہے۔ لیکن بحیثیت قوم ہم نے جو خدمت حکومت کی کی۔ اس کے بدلہ میں

بحیثیت قوم

ہم نے کبھی اس سے بدلہ نہیں لیا۔ اور اپنے خاندان کے متعلق تو اس شرط کو بھی میں اڑا دیتا ہوں۔ گورنمنٹ بتائے۔ کہ ہم نے کبھی ذاتی طور پر اس سے کوئی فائدہ اٹھایا ہے۔ لوگ ہمیں کہتے ہیں۔ کہ یہ

گورنمنٹ کے خوشامدی

ہیں۔ لوگ ہمیں کہتے رہے۔ کہ یہ گورنمنٹ سے نفعوں کی امید رکھتے ہیں۔ لوگ ہمیں کہتے رہے۔ کہ گورنمنٹ ان کے خزانے آپ بھرتی ہے۔ مگر گورنمنٹ تو جانتی ہے۔ کہ ہم نے اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔ اور اگر اٹھایا ہو۔ تو اسے چاہیئے۔ کہ وہ پیش کرے۔ ساری عمر میں

صرف ایک کام

حکومت نے ایسا ہمارے بعض آدمیوں کے سپرد کیا تھا۔ جس کے متعلق اس نے کہا تھا۔ کہ ہم اس میں دو ہزار روپیہ تک خرچ کر سکتے ہیں لیکن جب وہ معاملہ میرے پاس آیا۔ تو میں نے روپیہ کے معاملہ کو نظر انداز کرا دیا۔ میں نے اپنے دوستوں سے کہا۔ کہ اگر یہ دو ہزار روپیہ لے لیا گیا۔ تو گو یہ گورنمنٹ کا ہی کام ہے۔ مگر بعد میں جب کبھی کوئی ذکر ہوا۔ یہ

دو ہزار روپیہ

تمہارے مونہہ پر مارا جائے گا۔ اور کہا جائیگا کہ انہوں نے حکومت سے اتنا روپیہ لے کر فلاں کام کیا۔ چنانچہ جو کام کرنے والے تھے۔ انہیں میں نے حکومت سے کسی قسم کی مالی مدد لینے سے روک دیا۔ اس کے سوا کبھی گورنمنٹ کی طرف سے کوئی چیز پیش کرنے کی خواہش بھی نہیں کی گئی۔ صرف یہ ایک واقعہ ہے۔ جو پنجاب گورنمنٹ کا بھی نہیں۔ بلکہ حکومت ہند کا ہے۔ اس ایک معاملہ میں بھی ہم نے

روپیہ لینے سے انکار

کر دیا۔ مگر مخالف کہتے ہیں۔ احمدیوں کے خزانے گورنمنٹ بھرتی ہے۔ اگر واقعہ میں یہ بات درست ہے۔ تو اب گورنمنٹ کے لئے خوب اچھا موقعہ ہے۔ وہ اعلان کر دے۔ کہ فلاں

موقعہ پر ہم نے احمدیوں کو اتنا روپیہ دیا۔ فلاں موقعہ پر اتنے ہزار۔ اور فلاں موقعہ پر اتنے ہزار یا کسی اور رنگ میں گورنمنٹ نے مدد کی ہو۔ تو اس کو ظاہر کر دے۔ اگر واقعہ میں گورنمنٹ نے ہمیں کوئی فائدہ پہنچایا ہو تو وہ اسے چھپاتی کیوں ہے۔ اس کے مقابلہ میں باقی تمام قوموں میں سے ایسے لوگ ہیں جو گورنمنٹ کے قومی خدمات کا انفرادی بدلہ لیتے رہے ہیں۔ قربانیاں قوم سے کرائی جاتی رہیں۔ اور ان کے لیڈر حکومت سے بدلے اپنی ذات کے لئے لیتے رہے۔

یہی حال احرار کا ہے

وہ بھی ایسے لوگ ہیں۔ جو ہر جگہ جلب منفعت کے اصول کو مدنظر رکھتے ہیں۔

پس گورنمنٹ نے اپنے اس رویہ سے سوائے اس کے اور کچھ نہیں کیا۔ کہ اس نے سودا اس جماعت سے کیا ہے۔ جو اس سے اپنے کئے کی قیمت وصول کرے گی۔ اور پھر بھی گورنمنٹ کی خیر خواہ نہیں ہوگی۔ اور اس نے اس جماعت کو ٹھکرایا ہے۔ جس نے پچاس سال تک بغیر کسی نفع کے اس کی خدمت کی۔ ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے۔ کہ اس میں ہمارا نہیں۔ بلکہ

گورنمنٹ کا اپنا نقصان

ہے۔ پھر جانے دو ان خدمات کو جو ہم نے حکومت کی ہندوستان میں کیں۔ وہ خدمات لے لو۔ جو حکومت برطانیہ کے باہر ہماری جماعت کرتی رہی ہے۔ میں پہلے بھی بتا چکا ہوں۔ کہ ہمیں یہ معلوم نہ تھا۔ کہ

حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہید

کی شہادت کی وجہ کیا تھی۔ اس کے متعلق ہم نے مختلف افواہیں سنیں۔ مگر کوئی یقینی اطلاع نہ ملی تھی۔ ایک عرصہ دراز کے بعد اتفاقاً ایک لائبریری میں ایک کتاب ملی۔ جو چھپ کر نایاب بھی ہو گئی تھی۔ اس کتاب کا مصنف

ایک اطالوی انجینئر

ہے۔ جو افغانستان میں ایک ذمہ دار عہدہ پر فائز تھا۔ وہ لکھتا ہے صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب کو اس لئے شہید کیا گیا۔ کہ وہ جہاد کے خلاف تعلیم دیتے تھے۔ اور حکومت افغانستان کو خطرہ لاحق ہو گیا تھا۔ کہ اس سے افغانوں کا جذبۂ حریت کمزور ہو جائے گا۔ اور ان پر

انگریزوں کا اقتدار چھا جائے گا۔ پس ان

شہداء افغانستان کی شہادت

اس وجہ سے ہوئی۔ کہ وہ جہاد کی شرائط نہ پائے جانے کی وجہ سے انگریزوں کے خلاف جہاد بالسیف کے قائل نہیں تھے۔ اور اس طرح حکومت افغانستان کو وہ اس حربہ سے محروم کرتے تھے۔ جو ضرورت کے وقت استعمال ہو سکے۔ جہاد کا موجب ہو سکتا تھا۔ اس کتاب کے دیکھنے کے بعد یہ بات یقینی طور پر معلوم ہو گئی۔ کہ صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب کی شہادت کا اصل باعث موجودہ حالات میں انگریزوں سے جہاد کے خلاف تعلیم دینا تھا۔ اس کتاب کے مصنف کی یہ بات اس لئے بھی یقینی ہے۔ کہ وہ شاہ افغانستان کا درباری تھا۔ اور اس لئے بھی کہ وہ اکثر باتیں خود وزرا اور شہزادوں سے سنکر لکھتا ہے۔ ایسے

معتبر راوی کی روایت

سے یہ امر پایۂ ثبوت تک پہنچتا ہے۔ کہ اگر صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہید خاموشی سے بیٹھے رہتے اور جہاد کے خلاف کوئی لفظ بھی نہ کہتے۔ تو حکومت افغانستان کو انہیں شہید کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ اس واقعہ سے یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب کا جوش دینی اس قدر بڑھا ہوا تھا۔ کہ وہ اس تعلیم کے اخفاء کو برداشت نہ کر سکے۔ اور انہوں نے اس بات کی کوئی پروانہ کی۔ کہ اس کا نتیجہ ان کے حق میں کیا نکلے گا۔ ورنہ مذہب ہمیں یہ کب تعلیم دیتا ہے۔ کہ ہم جہاد کے متعلق ان لوگوں کے خیالات بھی درست کرتے پھریں۔ جو ہمارے مذہب میں شامل نہیں۔ جو ہمارے مذہب میں داخل ہو گا۔ آپ ہی آپ اسکے خیالات بھی درست ہو جائیںگے۔ کیا اسلام اس بات پر کوئی اعتراض کرے گا۔ کہ ہم ہندوؤں کو نماز کیوں نہیں سکھاتے۔ یا انہیں روزوں کے احکام کیوں نہیں بتلاتے۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ کہ اسلام کو اس بات پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ تفصیلات اسی وقت سکھائی جاتی ہیں۔ جب کوئی انسان جماعت میں داخل ہو جائے۔ پس اس تعلیم کے ماتحت اگر ہمارے آدمی افغانستان میں خاموش رہتے۔ اور وہ جہاد کے باب میں جماعت احمدیہ کے مسلک کو بیان نہ کرتے۔ تو شرعی طور پر ان پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ مگر وہ اس بڑھے ہوئے جوش کا شکار ہو گئے۔ جو انہیں حکومت برطانیہ کے متعلق تھا۔ اور وہ اس

ہمدردی کی وجہ سے مستحق سزا

سمجھے گئے۔ جو قادیان سے بے کر گئے تھے جب انہوں نے قادیان میں آکر دیکھا۔ کہ جماعت احمدیہ سلطنت برطانیہ کی تعریف کرتی۔ اسے منصف قرار دیتی۔ اور شرائط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے اس کے خلاف جہاد کو ناجائز سمجھتی ہے۔ تو اپنے ملک میں جا کر وہ بھی

انگریزوں کی تعریف

کرنے لگ گئے۔ اور انہوں نے کہنا شروع کر دیا۔ کہ جہاد جائز نہیں۔ اس وجہ سے انہیں اپنی جان دینی پڑی۔ ورنہ اگر وہ خاموش رہتے تو نہ انہیں جان دینی پڑتی۔ اور نہ شرعی طور پر ان پر کوئی الزام عائد ہو سکتا۔ لیکن اب جو موجودہ حالات پیدا ہو چکے ہیں۔ ان کے ماتحت کون امید کر سکتا ہے۔ کہ ہمارے آدمی آئندہ رستہ چھوڑ چھوڑ کر بھی حکومت کی مدد کریں گے۔ بے شک عقیدہ ہمارا یہی رہے گا کہ چونکہ موجودہ زمانہ میں شرائط نہیں پائی جاتیں اس لئے جہاد بھی جائز نہیں۔ مگر یہ ہمدردی نہیں رہے گی۔ کہ لوگوں کو جا جا کر ہم سمجھائیں کہ حکومت کے خلاف اپنے دلوں سے اس قسم کے خیالات نکال دو۔

آج بھی

سب سے اہم اعتراض

جو احرار کی طرف سے ہماری جماعت پر کیا جاتا ہے۔ یہ ہے۔ کہ جماعت احمدیہ جہاد کو حرام قرار دیتی ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر سر اقبال نے بھی یہی اعتراض کیا ہے۔ کہ جماعت احمدیہ نے ملت اسلامیہ کی طاقت کو توڑ دیا ہے۔ کیونکہ یہ جہاد کے خلاف تعلیم دیتی ہے۔ وہ چونکہ شاعر ہیں۔ اس لئے وہ اپنے خیالات کو اکثر شعروں میں ظاہر کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی ایک نظم میں بھی لکھا ہے۔ کہ بہائی۔ اور احمدی دونوں اسلام کے لئے مصیبت ہیں۔ بہائیوں نے حج منسوخ کر کے اسلام کو تباہ کر دیا۔ اور احمدیوں نے جہاد منسوخ کر کے اسلام کو تباہ کر دیا۔ پس

پنجاب گورنمنٹ کے نئے دوست

ہم پر اس وجہ سے ناراض ہیں۔ کہ ہم جہاد کے خلاف تعلیم دیتے ہیں۔ اور بے شک ہم جہاد کے مخالف ہیں۔ اور رہیں گے۔ کیونکہ موجودہ زمانہ میں وہ شرائط مفقود ہیں۔ جن کے ماتحت جہاد جائز ہوتا ہے۔ لیکن گورنمنٹ کے موجودہ طریق عمل کے ماتحت آئندہ صرف یہی ہو گا۔ کہ جو احمدی ہو گا اسے ہم بتا دیں گے کہ جہاد کے متعلق فلاں فلاں شروط ہیں۔ اور چونکہ اب وہ شرائط نہیں پائی جاتیں اس لئے جہاد جائز نہیں۔ یہ نہیں ہو گا۔ کہ لوگوں کے ان خیالات کی ان کے گھر جا کر اصلاح کی جائے۔ اور اس طرح

گورنمنٹ بہت بڑے فائدہ سے محروم

ہو گئی ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی ہمارے ہزاروں کی تعداد میں افراد ہیں۔ مثلاً دو غیر ملک تو ایسے ہیں۔ جن میں خصوصیت سے ہماری جماعت پھیلی ہوئی ہے۔ ایک

یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ

جس میں ۲۵۔۳۰ کے قریب جماعتیں ہیں۔ اور ان جماعتوں میں خدا تعالےٰ کے فضل سے ہزاروں احمدی ہیں۔ دوسرا

ڈچ انڈیز

یعنی سماٹرا۔ اور جاوا۔ ان ممالک میں بھی ہزاروں احمدی ہیں۔ بلکہ ڈچ انڈیز میں خصوصیت سے ایسے لوگ احمدی ہوئے ہیں۔ جو پہلے بالشویک ازم کے پیرو تھے۔ مگر اب احمدیت کے ذریعہ وہ اپنے پہلے خیالات سے توبہ کر کے لوگوں کو امن پسندی کی تعلیم دے رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہاں کی حکومت انہیں نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور چونکہ ہماری یہ تعلیم ہے۔ کہ جو شخص جس حکومت کے ماتحت بھی رہتا ہو۔ وہ اس کے قوانین کی اطاعت کرے۔ اس لئے اگر کسی وقت

انگلستان اور امریکہ کی جنگ

ہو جائے۔ جو گو اخباری روایات کے مطابق ناممکن نظر آتی ہو۔ مگر حقیقت ایسی ناممکن نہیں تو امریکہ کے احمدیوں کو ہماری تعلیم یہی ہو گی۔ کہ امریکن حکومت کی امداد کریں۔ اور انگلستان کے احمدیوں کو ہماری تعلیم یہ ہو گی۔ کہ حکومت انگلستان کی امداد کریں۔ پس امریکہ کے احمدی حکومت امریکہ کی طرف سے اور انگلستان کے احمدی حکومت انگلستان کی طرف سے جنگ کریں گے یہ نہیں ہو گا۔ کہ ہم انہیں ملک سے غداری کی تعلیم دیں۔ اسی طرح اگر کبھی

ہالینڈ اور انگلستان کی جنگ

چھڑ جائے۔ تو اس جنگ کے وقت بھی ہماری تعلیم یہی ہو گی۔ کہ جو لوگ انگریزوں کے ماتحت رہتے ہیں وہ انگریزوں کی امداد کریں اور جو حکومت ہالینڈ کے ماتحت رہتے ہوں۔ وہ اپنی حکومت کی طرف سے لڑیں ہم انگلستان کے احمدیوں کو حکومت انگلستان سے یا ہالینڈ کے احمدیوں کو حکومت ہالینڈ سے غداری کی تعلیم نہیں دیں گے۔ بے شک پہلے دونوں کی کوشش یہ ہو گی۔ کہ جنگ نہ ہو۔ اور بجائے جنگ کے صلح و صفائی سے معاملات طے پا جائیں۔ لیکن اگر یہ کوشش کامیاب نہ ہو۔ تو جو احمدی جس ملک میں رہتا ہے۔ وہ اس حکومت کے ساتھ وفاداری کریگا۔ مگر باوجود اس تعلیم کے کہ جس حکومت کے ماتحت کوئی شخص رہتا ہو۔ وہ اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرے۔ پھر بھی یہ قدرتی بات ہے۔ کہ ہمارے وعظوں لیکچروں۔ کتابوں۔ اخباروں اور رسالوں میں چونکہ بار بار یہ ذکر آتا ہے۔ کہ

انگریز عادل و منصف

ہیں۔ اور وہ اپنی رعایا کے تمام فرقوں سے حسن سلوک کرتے اور امن کو قائم رکھتے ہیں اس لئے غیر ممالک کے احمدی بھی ہمارے لٹریچر سے متاثر ہو کر کہتے ہیں کہ گو ہم انگریزوں کے ماتحت نہیں لیکن چونکہ ہمارا مرکز ان کی تعریف کرتا ہے اس لئے وہ برے نہیں۔ بلکہ منصف مزاج حکمران ہیں اس ذریعہ سے ہزاروں آدمی امریکہ میں۔ ہزاروں آدمی ڈچ انڈیز میں۔ اور ہزاروں آدمی باقی غیر ممالک میں ایسے تھے۔ جو گو اپنی اپنی حکومتوں کے وفادار تھے۔ مگر انگریزوں کے متعلق بھی کلمۂ خیر کہا کرتے تھے۔ امریکہ جیسے کسی وقت جرمن ایجنٹوں نے

انگریزی گورنمنٹ کے خلاف

کرنے کے لئے اپنی تمام کوششیں صرف کر دی تھیں وہاں احمدی ہی تھے۔ جو اپنی جماعت کا لٹریچر پڑھنے سے جس میں انگریزوں کی تعریف ہوتی۔ آپ ہی آپ ان خیالات کا ازالہ کرتے تھے۔ اسی طرح ڈچ انڈیز جاپان کے قرب کی وجہ سے جب اس وقت ایشیائی آزادی کا خیال گدگدا رہا ہے۔ اور اس میں صرف برطانی حکومت کو وہ حائل سمجھتا ہے۔ وہاں بھی انگریزوں کے خلاف جب اس قسم کی کوئی تحریک اٹھتی۔ تو وہاں کے رہنے والے احمدی جہاں ڈچ حکومت کی وفاداری کی تعلیم دیتے۔ وہاں کہتے۔ کہ انگریزوں کو بھی برا نہ کہو۔ وہ بھی نیک مزاج اور انصاف پسند ہیں۔ لیکن اب ان واقعات کے بعد ان پر کیا اثر ہو گا۔

انگریز افسر

انگلستان جا جا کر ہندوستانیوں کی وفاداری کے بارہ میں یہ رائے ظاہر کیا کرتے ہیں۔ کہ ہندوستان میں کروڑوں آدمی گونگے ہیں۔ ان کی ہم ترجمانی کرتے ہیں۔ اور بتاتے ہیں۔ کہ اپنے دلوں میں وہ

انگریزی حکومت کے مداح

ہیں۔ مگر انہیں اپنے خیالات کے ظاہر کرنے کی توفیق نہیں۔ مگر حقیقت یہ نہیں۔ کہ وہ لوگ بیان کرنے کی قابلیت نہیں رکھتے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ بے شک عوام سمجھتے ہیں۔ کہ انگریزوں میں خوبیاں ہیں۔ مگر وہ ان خوبیوں کے اتنے قائل نہیں۔ جتنے احمدی قائل تھے اس لئے وہ دل میں سمجھتے ہیں۔ کہ انگریز اچھے ہیں۔ مگر ساتھ ہی وہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہمیں زبان سے اس کے اظہار کی کیا ضرورت ہے۔ ہم اس طرح کیوں اپنے دوسرے بھائیوں کو جو انگریزوں کے برخلاف ہیں۔ مخالف بنا لیں۔ پس وہ اس لئے گونگے نہیں۔ کہ انہیں بولنا نہیں آتا۔ بلکہ اس لئے گونگے ہیں۔ کہ

انگریزی حکومت کی حفاظت

کے لئے وہ اتنی دلچسپی نہیں رکھتے جتنی دلچسپی احمدی رکھتے تھے۔ یہی حال قدرتی طور پر آئندہ ہماری جماعت کے ان ہزارہا آدمیوں کا ہو گا۔ جو غیر ممالک میں رہتے ہیں۔ پہلے وہ ایک جوش کے ماتحت ہر ایسے موقعہ پر کھڑے ہو جاتے تھے جبکہ کوئی

انگریزوں کی برائی

بیان کر رہا ہو لیکن اب باوجود اس کے کہ میں ان کے مشتعل شدہ جذبات کو ٹھنڈا کر رہا ہوں پھر بھی پہلا سا جوش ان میں کہاں باقی رہ سکتا ہے اور کب وہ اپنے ملک میں رہ کر انگریزوں کے خلاف تحریکات کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ وہ کہیں گے۔ ہمیں کیا ضرورت ہے۔ کہ لوگوں سے انگریزوں کے لئے لڑتے پھریں۔ جبکہ ہماری جماعت پر

انگریزوں کی حکومت کے ماتحت مظالم

ہو رہے ہیں۔ اور حکومت انہیں دور کرنے کا انتظام نہیں کرتی۔

یہ تفصیلات سمجھنی لوگوں کے لئے بہت مشکل ہوتی ہیں۔ کہ ایک بڑے افسر ہوتے ہیں۔ اور ایک چھوٹے افسر ہوتے ہیں۔ چھوٹے افسر

غلط رپورٹیں

کر دیتے ہیں۔ جن کی وجہ سے بڑے افسر صحیح واقعات معلوم نہیں کر سکتے۔ اور اس وجہ سے

مظلوم کی دادرسی

کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔

لوگ صرف نتائج کو دیکھتے ہیں۔ مثلاً اپنی جماعت میں ہی میں دیکھتا ہوں۔ جب بعض ماتحت کسی ناظر وغیرہ کے خلاف میرے پاس شکایت کرتے ہیں۔ تو بعض دفعہ ان کی شکایت کو میں اپنی معلومات کی بناء پر غلط سمجھتا ہوں۔ یا مجھے معلومات نہیں ہوتیں۔ اور میں تحقیقات کر کے شکایت کو غلط پاتا ہوں پھر چونکہ میں بھی انسان ہوں۔ اس لئے کئی دفعہ ایسا بھی ہو سکتا ہو۔ کہ

کسی ناظر کی واقعہ میں غلطی

ہو۔ مگر میں اسے باوجود کوشش کے معلوم نہ کر سکوں۔ ایسے مواقع پر وہ لوگ جو زیادہ مخلص ہوں گے۔ وہ تو کہہ دیں گے۔ ناظر کی غلطی نہیں تھی۔ ہماری ہی غلطی تھی۔ اور کئی جو اخلاص کے اس اعلےٰ مقام پر نہیں پہنچے۔ وہ کہہ دیں گے کہ غلطی تو ہماری نہیں۔ مگر خلیفۃ المسیح نے اپنی طرف سے ناظر کی غلطی معلوم کرنے کی پوری کوشش کی۔ اگر کسی وجہ سے معلوم نہیں ہو سکی تو خیر معاملہ خدا کے سپرد ہے۔ اور کئی لوگ جو اپنے اخلاص کو کھو بیٹھتے ہیں۔ وہ ایسے موقعہ پر کہہ دیتے ہیں۔ کہ ناظر اپنا آدمی تھا اس لئے اس کی پچ کر رہے ہیں۔ پس بعینہٖ یہی حالت اگر حکومت کی بھی ہو۔ تب بھی جو

بیرونی ممالک میں رہنے والے

ہیں۔ انہیں کیا ضرورت ہے۔ کہ وہ کہیں انگریزوں نے تو حالات کو سمجھنے کی پوری کوشش کی تھی۔ مگر وہ انہیں سمجھ نہ سکے۔ غیر حکومتوں کے باشندے اور غیر قوموں کے افراد بھلا اتنی ہمدردی انگریزی قوم سے کہاں رکھ سکتے ہیں۔ کہ وہ اس کی غلطیوں کی بھی تاویل کریں۔ اور انہیں بھی حسنِ ظن سے دیکھیں۔ وہ تو اس آواز کی گونج سے متاثر ہوا کرتے تھے۔ جو قادیان سے اٹھتی۔ اور دنیا کے تمام ممالک میں پھیل جایا کرتی تھی۔ اور ان کی زبانیں طوطے کی طرح وہی رٹنا شروع کر دیتی تھیں۔ جو ہم کہتے۔ لیکن اب

ہزارہا غیر ممالک کے احمدی

ان واقعات سے متاثر ہو کر انگریزی قوم کی حمایت کے لئے کب وہ قدرتی جوش رکھ سکتے ہیں۔ جو اس سے پہلے ان میں پیدا تھا۔ اور یہ نقصان اس قدر بڑا ہے۔ کہ جب حکومت اسے محسوس کرے گی تو وہ ان

افسروں پر لعنت

کرے گی جنہوں نے اسے یہ نقصان پہنچایا۔

اب میں یہ بتاتا ہوں۔ کہ ہم پر اس واقعہ کا کیا اثر ہوا ہے۔

پہلا اثر

جو مجھ پر ہوا۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ ہر مخلص احمدی اپنے اندر اس اثر کو محسوس کرتا ہو گا۔ یہ ہے کہ ہم اپنے نفوس میں

ایک نئی زندگی اور نیا تغیر

محسوس کرتے ہیں۔ میری صحت ہمیشہ سے خراب رہی ہے۔ اس صحت کی خرابی کی وجہ سے میری طبیعت پر ہمیشہ ایک بوجھ رہتا ہے۔ اور اگر ذرا سی بھی کوئی نئی بیماری آ جائے۔ تو وہ اس پرانی بیماری کو ابھار دیتی ہے۔ لیکن باوجود اس کے کہ ان

فتن کی وجہ سے

کام بہت زیادہ ہو گیا۔ سوائے آنکھوں کی تکلیف کے کہ میں متواتر دیکھ رہا ہوں۔ میری آنکھیں کمزور ہوتی جا رہی ہیں۔ عام صحت میں خدا تعالےٰ کے فضل سے میں ایسی تبدیلی دیکھتا ہوں۔ کہ میں سمجھتا ہوں۔ کہ اس فتنہ کا ظہور میرے لئے دوا کا کام دے رہا ہے۔ اور مجھے یوں محسوس ہوتا ہے۔ کہ گویا ہر فتنہ کی موجودگی میں اس کا مقابلہ کرنے کے لئے خدا تعالےٰ کی طرف سے میرے جسم میں ایک نئی طاقت نئی ہمت نیا ولولہ اور نیا جوش داخل کر دیا جاتا ہے۔ اور اب

موجودہ مشکلات کا مقابلہ

کرنے کے لئے خدا تعالےٰ نے میرے اندر اتنی ہمت پیدا کر دی ہے۔ کہ میں آج کل اپنے آپ کو کئی سال پہلے سے بہت زیادہ مضبوط جوان محسوس کرتا ہوں۔ بیماریاں وہی ہیں۔ جو پہلے تھیں مگر میرے ارادہ اور میری ہمت اور میرے عزم میں اتنا عظیم الشان تغیر ہو گیا ہے۔ کہ میں اسے الٰہی فیضان سمجھتا ہوں۔ اور میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ ہر مخلص احمدی کی یہی حالت ہو گی۔ کئی بڈھے جو اپنے متعلق یہ سمجھتے تھے۔ کہ اب ان کی موت کا وقت قریب ہے۔ اور اب وہ کیا کام کر سکتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہوں گے۔ کہ

ہم جوان ہیں

اور ہم نے ابھی دنیا میں بہت بڑا کام کرنا ہے یہ کتنا بڑا فائدہ ہے۔ جو ان متواتر حادثات کی وجہ سے ہمیں حاصل ہوا۔ اس میں شبہ نہیں کہ جسمانی طور پر انسان عمر کے زیادہ ہو جانے سے کمزور ہو جاتا ہے۔ مگر انسان کی عمر وہ نہیں جو اسے پچاس ساٹھ یا سو سال حاصل ہوئی بلکہ اگر ایک فتنہ ہم میں نئی ہمت اور نئی روح پیدا کر دیتا۔ اور ہمارے کاموں میں برکت رکھ دیتا ہے۔ اور جو کام بھی ہم کرتے ہیں۔ اس کے نتائج نہایت شاندار نکلتے ہیں۔ تو سوال یہ نہیں۔ کہ ہم پچاس سال جئے یا ساٹھ سال یا سو سال زندہ رہے۔ بلکہ دیکھا یہ جائے گا۔ کہ اس کام نے

ہماری حقیقی زندگی بڑھا دی

عمر ان سالوں کا نام نہیں۔ جنہیں انسان ایگا کھو دیتا ہے۔ بلکہ عمر وہ ہے۔ جسے انسان کسی مفید کام میں لگاتا۔ اور لوگوں کے لئے اپنے آپ کو نفع رساں بناتا ہے۔ اگر ہماری پچاس سالہ زندگی میں وہ کام ہو جائے۔ جو کوئی دوسرا دو ہزار سال میں کرے۔ تو حقیقتاً ہماری عمر دو ہزار سال ہو گی۔ نہ کہ پچاس سال۔ پس میں سمجھتا ہوں۔ کہ ان فتن کی وجہ سے

ہماری جماعت کے ہزارہا افراد

کے قلوب میں نئی ہمت نیا ولولہ اور نئی امنگیں اور نیا جوش پیدا ہو گیا ہے۔ اور اس طرح اخلاقی اور روحانی لحاظ سے ہماری جماعت کے پہلے سے

کئی گنے زیادہ افراد ہو گئے

ہیں۔ اگر ایک شخص اپنے اندر تین آدمیوں کی طاقت محسوس کرتا ہے۔ تو وہ ایک نہیں رہا بلکہ تین ہو گئے۔ اور اگر کوئی شخص اپنے اندر دس آدمیوں کی طاقت محسوس کرتا ہے۔ تو وہ ایک نہیں رہا۔ بلکہ دس ہو گئے۔ اور اگر کوئی اپنے اندر سو آدمیوں کی طاقت محسوس کرتا ہے۔ تو وہ ایک نہیں رہا۔ بلکہ سو ہو گئے اور اس طرح ہماری جماعت اخلاقی لحاظ سے پہلے سے کئی گنا زیادہ ہو گئی ہے۔ پھر دینی رنگ میں کوئی بتائے۔ کہ کیا ان

مشکلات کی وجہ سے

ہماری حوصلہ شکنی ہوئی؟ دشمن نے زور لگایا۔ اور انتہا درجہ کا لگایا۔ دانستہ یا نادانستہ طور پر بعض حکام بھی ان کے ساتھ مل گئے۔ مگر اس کا کیا نتیجہ نکلا؟ اسلام تو ایسے محفوظ اصول پر قائم ہے۔ کہ جو شخص اس کی تعلیموں پر عمل کرے۔ اسے نقصان پہنچ ہی نہیں سکتا۔

مذہبی اور روحانی لحاظ سے

نقصان کو الگ رکھو۔ جسمانی اور مادی نقطۂ نگاہ سے بھی۔ اسلام کی تعلیم پر عمل کرنے والے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ جب مومن کا اصول یہ ہے۔ کہ بلا وجہ اس نے کسی کو نقصان نہیں پہنچانا۔ تو کوئی دوسرا کس حد تک اسے نقصان پہنچا سکتا ہے۔

مومن کا فرض

مقرر کیا گیا ہے۔ کہ وہ اپنی زبان کو ایسے طور پر بند رکھے۔ کہ ناجائز طور پر اسے کھلنے نہ دے۔ مومن کا فرض مقرر کیا گیا ہے۔ کہ وہ اپنے ہاتھوں کو ایسے طور پر بند رکھے۔ کہ ناجائز طور پر انہیں کام نہ کرنے دے۔ مومن کا فرض مقرر کیا گیا ہے۔ کہ وہ اپنے پاؤں کو ایسے طور پر بند رکھے۔ کہ ناجائز طور پر انہیں چلنے نہ دے۔ مومن کا فرض مقرر کیا گیا ہے۔ کہ وہ اپنی آنکھوں کو ایسے طور پر بند رکھے کہ ناجائز طور پر انہیں دیکھنے نہ دے۔ مومن کا فرض مقرر کیا گیا ہے۔ کہ وہ اپنے کانوں کو ایسے طور پر بند رکھے۔ کہ انہیں ناجائز طور پر سننے نہ دے۔ اسی طرح مومن کا فرض مقرر کیا گیا ہے۔ کہ وہ اپنے لمس کو ایسے طور پر بند رکھے۔ کہ ناجائز طور پر اسے چھونے نہ دے۔ اور مومن کا فرض مقرر کیا گیا ہے دوسرے رنگ میں زبان کے متعلق کہ ناجائز طور پر اسے چکھنے نہ دے۔

پس جب ایک مومن

خدا تعالےٰ کی خوشنودی کیلئے

اپنی تمام طاقتوں کو لوگوں کو نقصان پہنچانے سے بچاتا ہے۔ تو ایسے شخص کو کوئی کہاں تک نقصان پہنچا سکتا ہے۔ دنیا ظلم کرنے بھی لگے۔ تو ایک قدم چلے گی۔ دو قدم چلے گی۔ تین قدم چلے گی۔ چار قدم چلے گی۔ آخر

شریف النفس لوگ

اس ظلم کو برداشت نہ کر سکیں گے۔ اور کہیں گے کہ کیوں ایک طرف سے

ظلم پر ظلم

ہو رہا ہے۔ اور دوسری طرف سے خاموشی برداشت ہے۔

پس پہلا فائدہ ان فتن سے یہ پہنچا ہے کہ ہر احمدی حسب مراتب اپنی ذات میں نئی ہمت اور نئی امنگ پاتا ہے۔ اور دین کی خدمت کے لئے وہ پہلے سے بہت زیادہ جوش اور بہت زیادہ تڑپ اپنے اندر رکھتا ہے۔

دوسرا فائدہ

ان حادثات کا میں یہ سمجھتا ہوں۔ کہ ہمیں اپنے اخلاق کے دکھانے کے ایسے مواقع میسر آئے ہیں۔ جو پہلے میسر نہیں ملتے۔ لوگ ہمارے متعلق یہ کہا کرتے تھے۔ کہ یہ گورنمنٹ کے کھونٹے پر ناچ رہے ہیں۔ ہماری تمام بہادریاں اور ہماری تمام جرأتیں اس ایک بات سے ضائع ہو جاتی تھیں۔ کہ گورنمنٹ ان کی طرفدار ہے۔ آج خدا تعالےٰ نے وہ کھونٹا بھی توڑ دیا ہے۔ تا کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ

احمدی حکومت کے کھونٹے پر

ناچ رہے تھے۔ اب جو ہم اخلاق دکھاتے ہیں۔ وہ اسی قوت کے ماتحت دکھلاتے ہیں جو خدا تعالےٰ نے ہمارے اندر پیدا کی ہے کسی حکومت کے بل بوتے پر نہیں دکھاتے۔ اس سے پہلے اس قسم کے اخلاق دکھانے کے مواقع ہمیں کہاں حاصل تھے۔ پھر پہلے ہماری جماعت پر

انفرادی طور پر ظلم

ہوتے تھے۔ مگر اب صحیح یا غلط طور پر ایک قوم جو قانون شکنی کی عادی ہے۔ اس کا خیال ہے۔ کہ حکومت کے بعض افسر بھی اس کے ساتھ ہیں۔ اور وہ جو بھی ظلم کرے۔ کرسکتی ہے اور پکڑی نہیں جاسکتی۔ میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔ کہ اس قوم کا یہ خیال درست ہے یا غلط۔ چاہے یہ درست ہو چاہے غلط یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ ایسی ذہنیت کے ماتحت وہ قوم جو ظلم بھی کرے گی۔ وہ

انتہا درجہ کا

ہوگا۔ پہلے لوگ یہ سمجھتے تھے۔ کہ گورنمنٹ احمدیوں کے ساتھ ہے۔ اس خیال کی وجہ سے کئی لوگ ہم پر ظلم کرنے سے رکے ہوئے تھے اور یہ صورت حالات اتنی واضح تھی۔ کہ حکومت پنجاب کے

ایک نہایت ہی اعلیٰ درجہ کے افسر

نے چودھری ظفر اللہ خانصاحب سے جبکہ وہ ابھی حکومت ہند میں نہیں گئے تھے۔ کہا۔ کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو۔ کہ حکومت آپ کی حمایت یا کسی قسم کی رعایت کرنے کے لئے تیار نہیں تو آپ کو اس سے کتنا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ گویا یہ ایک تسلیم شدہ بات تھی۔ کہ کئی مظالم اس لئے جماعت احمدیہ پر رکے ہوئے تھے۔ کہ لوگوں کو یہ وہم تھا کہ گورنمنٹ احمدیوں کے ساتھ ہے۔ مگر اب چونکہ ان کا یہ وہم بھی جاتا رہا ہے۔ اس لئے وہ ظلم ہم پر کئے جانے لگے ہیں جو پہلے ہم پر نہیں کئے جاتے تھے۔ مگر اس کے نتیجہ میں خدا تعالےٰ نے ہمارے اندر بھی وہ

صبر اور برداشت کا مادہ

پیدا کر دیا ہے۔ کہ ہم بخوشی ان مظالم کو سہنے لگ گئے ہیں اگر یہ مظالم ہماری جماعت پر نہ ہوتے۔ تو لوگ کہتے۔ اگر احمدیوں پر زیادہ ظلم ہوتا۔ تو شاید اسے برداشت نہ کر سکتے۔ مگر اب جس طرح اندھا دھند احرار ہم پر حملے کر رہے ہیں ان کو دیکھتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے۔ کہ ہمارا صبر کمزور سا صبر ہے۔ واقعات سے صاف ثابت ہے۔ کہ ایک قوم حکومت سے نڈر ہو کر ہم پر حملہ کرتی ہے۔ مگر ہم اس کے مظالم برداشت کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔

تیسرا فائدہ

ان حادثات سے ہمیں یہ پہنچا ہے۔ کہ ہمیں اپنی جماعت کی نئی تربیت کا موقع ملا ہے۔ پہلے چونکہ ہماری جماعت پر اس رنگ میں مظالم نہیں ہوتے تھے۔ اس لئے ہماری قربانیاں بھی محدود اثر رکھتی تھیں۔ کسی نے کسی احمدی کو ایک جگہ مار اپیٹا۔ کسی دوسرے نے کسی احمدی پر مقدمہ کر دیا۔ یہ انفرادی حملے تھے۔ جو جماعت کے افراد پر کئے جاتے تھے۔ مگر آج کا حملہ قومی حملہ ہے۔ اور قوم کو بچانے کے لئے چونکہ نئی نئی تدابیر اور نئے نئے وسائل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے ہمیں وہ

نئی نئی سکیمیں

اور جماعت کی ترقی کے لئے نئی سے نئی تدبیریں بتائیں۔ جو پہلے ہمیں معلوم نہیں تھیں یا معلوم تو تھیں۔ مگر جماعت کی حالت ان کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھی۔ پھر ان مظالم کے نتیجہ میں آپ ہی آپ لوگوں کی تربیت ہوتی جارہی ہے۔ اب ہر شخص خود بخود یہ محسوس کرنے لگا ہے۔ کہ قومی حملہ کے مقابلہ میں

قومی دفاع کی ضرورت

ہؤا کرتی ہے۔ اس قسم کے قومی حملوں کے دفاع میں کانگرس ہم سے زیادہ واقف تھی۔ مگر اب ہماری جماعت بھی اس طریق کار سے واقف ہوتی جاتی ہے۔ اور اپنی ذمہ داری کا زبردست احساس پیدا ہوتا جارہا ہے۔ یہاں

دفعہ ۱۴۴ نافذ کی گئی

اور ہم چونکہ قانون کی باریکیوں سے واقف نہیں اور ہمیں یہ معلوم نہیں ہو سکتا۔ کہ حکام بعض دفعہ زبردستی بھی ایک دفعہ کا نفاذ کر دیا کرتے ہیں۔ اس لئے جب انہوں نے دفعہ ۱۴۴ لگائی۔ تو ہم نے دل میں کہا۔ گورنمنٹ نے جو کچھ کیا ہوگا۔ اپنے حالات کے ماتحت درست کیا ہوگا۔ مگر ان فتن کی وجہ سے ہماری جماعت میں جو قومی روح پیدا ہو چکی تھی۔ اس کے ماتحت لاہور میں بیٹھے اور قانون کی کتابوں کی ورق گردانی کرتے ہوئے

ہمارے عزیز شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ

کو ایک بات سوجھی۔ اور انہوں نے سمجھا کہ گورنمنٹ نے بے جا طور پر اس دفعہ کا ہم پر اطلاق کیا ہے۔ چنانچہ وہ میرے پاس آئے۔ اور انہوں نے کہا۔ کہ ہم اس دفعہ کو تڑوا سکتے ہیں۔ میرے ذہن میں فلاں بات آئی ہے۔ میں نے کہا۔ کہ ہمیں تو اس کا علم نہیں تھا۔ آپ کوشش کریں۔ چنانچہ انہوں نے کوشش کی۔ اور وہ دفعہ اڑ گئی۔ گو مدت کے گذر جانے کی وجہ سے صرف قانونی طور پر اڑی۔ مگر بہر حال اڑی۔ اسی طرح ہزاروں احمدیوں کو میں دیکھتا ہوں۔ کہ وہ اپنی اپنی جگہ سلسلہ کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ غرض یہ تربیت اور تنظیم جو اب ہماری جماعت کی ہو رہی ہے۔ وہ اس سے پہلے نہیں تھی۔

چوتھی بات

جو میرے لئے نہایت ہی اہم ہے۔ اور جسے ہم کسی صورت میں نظر انداز نہیں کرسکتے یہ ہے۔ کہ ایشیا کا ایک بہت بڑا حصہ ایسا ہے۔ جس میں

آزادی کی روح

پیدا ہو چکی ہے۔ اور جو اپنی آزادی کے راستہ میں سب سے زیادہ مخل انگریزوں کو سمجھتا ہے۔ تم مت خیال کرو۔ کہ اخبارات میں یہ نکلتا رہتا ہے۔ کہ ترکی حکومت انگریزوں کی خیر خواہ ہے۔ یا افغانی حکومت کے انگریزوں سے دوستانہ تعلقات ہیں۔ یا جاپانی یا چینی حکومت انگریزوں سے دوستی رکھتی ہے۔ ان اخباری اعلانات سے دھوکا مت کھاؤ۔ ہم اپنی رپورٹوں سے جانتے ہیں۔ کہ بیشتر حصہ تعلیم یافتہ طبقہ کا ایسا ہے۔ جو خواہ ایران کا ہو۔ خواہ عرب کا۔ خواہ جاپان کا ہو۔ خواہ ترکستان کا

انگریزی حکومت کا خطرناک دشمن

ہے۔ اور وہ سمجھتا ہے۔ کہ انگریزی حکومت نے ہی اسکی آزادی کے راستہ میں روک ڈالی ہوئی ہے۔ جاپان کا تعلیمیافتہ طبقہ سمجھتا ہے۔ کہ اگر انگریز نہ ہوتے۔ تو سارے ایشیا پر ہم حاکم ہوتے۔ چین کے لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ کئی حکومتیں جو جاپان کے مقابلہ میں ہماری مدد کے لئے تیار ہو سکتی تھیں۔ محض انگریزوں کی وجہ سے مدد کرنے سے رکی ہوئی ہیں۔ افغانستان کے اندرونی حالات اور انگریزوں کے متعلق ان کی رائے کا پتہ حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہید کے واقعہ سے لگ سکتا ہے یہی حال ایران اور عرب کا ہے۔ ایسی حالت میں جب لوگوں پر یہ اثر تھا۔ کہ احمدی انگریزی قوم کے ایجنٹ ہیں۔ تو

تعلیمیافتہ طبقہ کی اکثریت

ہماری باتیں سننے کے لئے تیار نہیں تھی وہ سمجھتے تھے۔ کہ گو یہ مذہب کے نام سے تبلیغ کرتے ہیں۔ مگر در اصل انگریزوں کے ایجنٹ ہیں۔ یہ اثر اتنا وسیع تھا۔ کہ جرمنی میں جب ہماری مسجد بنی۔ تو وہاں کی وزارت کا ایک افسر اعلیٰ بھی ہماری مسجد میں آیا۔ یا اس نے آنے کی اطلاع دی۔ اس وقت مصریوں اور ہندوستانیوں نے مل کر جرمنی حکومت سے شکایت کی۔ کہ احمدی حکومت انگریزی کے ایجنٹ ہیں۔ اور یہ یہاں اس لئے آئے ہیں۔ کہ انگریزوں کی بنیاد مضبوط کریں۔ ایسے لوگوں کی ایک تقریب میں ایک وزیر کا شامل ہونا تعجب انگیز ہے۔ اس شکایت کا اتنا اثر پڑا۔ کہ

جرمنی حکومت

نے اس وزیر سے جواب طلبی کی۔ کہ احمدی جماعت کے کام میں تم نے کیوں حصہ لیا۔ پھر یہ خیال کہ جماعت احمدیہ انگریزوں کی ایجنٹ ہے۔ لوگوں کے دلوں میں اس قدر راسخ تھا۔ کہ بعض بڑے بڑے سیاسی لیڈروں نے مجھ سے سوال کیا۔ کہ ہم علیحدگی میں آپ سے پوچھتے ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے۔ کہ آپ کا انگریزی حکومت سے اس قسم کا تعلق ہے۔

ڈاکٹر سید محمود

جو اس وقت کانگرس کے سکریٹری ہیں۔ ایک دفعہ قادیان آئے۔ اور انہوں

نے بتایا۔ کہ پنڈت جواہر لال صاحب نہرو جب یورپ کے سفر سے واپس آئے۔ تو انہوں نے سٹیشن پر اتر کر جو باتیں سب سے پہلے کیں۔ ان میں سے ایک یہ تھی۔ کہ میں نے اس سفر یورپ سے یہ سبق حاصل کیا ہے۔ کہ اگر انگریزی حکومت کو ہم کمزور کرنا چاہتے ہیں۔ تو ضروری ہے۔ کہ اس سے پہلے احمدیہ جماعت کو کمزور کیا جائے۔ جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ ہر شخص کا یہ خیال تھا۔ کہ احمدی جماعت انگریزوں کی نمائندہ اور ان کی ایجنٹ ہے۔ جب تمام لوگ اپنے دلوں میں یہ خیال رکھتے ہوں۔ تو تعلیم یافتہ طبقہ اگر ہمارے سلسلہ کی طرف توجہ نہ کرتا تو اس میں وہ ایک حد تک معذور تھا۔ لیکن اب ان واقعات نے لوگوں کی آنکھیں کھول دی ہیں۔ اور انہیں معلوم ہو گیا ہے۔ کہ ہم

انگریزوں کے ایجنٹ نہیں

ابھی تھوڑے دنوں کی بات ہے۔ ہندوستان کی ایک سیاسی انجمن کے ایک ذمہ دار شخص نے ہمارے ایک دوست سے کہا۔ کہ ہماری آنکھیں تو اب کھلی ہیں۔ ہم ہمیشہ سمجھتے تھے۔ کہ آپ کی جماعت انگریزوں کی ایجنٹ ہے۔ مگر اب پتہ لگا۔ کہ یہ بات غلط ہے۔ تو اس تبدیلی سے ہمیں کتنا بڑا فائدہ ہوا۔ درحقیقت

اللہ تعالےٰ کا قانون

ہے۔ کہ وہ ایک رستہ کو بند کرتا ہے۔ تو دوسرا رستہ کھول دیتا ہے۔ جس شخص کی ایک آنکھ بیٹھ جائے۔ اس کی دُوسری آنکھ بہت زیادہ تیز ہو جاتی ہے۔ جو ایک کان سے بہرا ہو جائے۔ اس کا دوسرا کان بہت جلدی باتیں سُن لیتا ہے۔ اسی طرح ہمارے ساتھ ہوا۔ جب یہ خیال دُور ہوا کہ ہم انگریزی گورنمنٹ کی حمایت کی وجہ سے بڑھ رہے ہیں۔ تو اللہ تعالےٰ نے ہمارے لئے دوسری طرف کی حمایت پیدا کر دی۔ بہرحال دنیا کا

تعلیم یافتہ طبقہ

ہمارے بہت زیادہ قریب ہو گیا ہے۔ اور اب وہ ہماری باتیں زیادہ توجہ اور غور سے سُن سکے گا۔ غرض اس الزام کے دُور ہو جانے کی وجہ سے

غیر ممالک میں ہماری تبلیغ

خدا تعالےٰ کے فضل سے بہت زیادہ آسان ہو جائیگی۔ عرب میں۔ مصر میں۔ چین میں۔ جاپان میں بلکہ خود ہندوستان میں بھی ہماری تبلیغ آسان ہو جائیگی۔ کیونکہ ہندوستان میں بھی زیادہ تعلیم یافتہ طبقہ ایسا ہے۔ جو کسی ایسی جماعت سے تعلق رکھنے کے لئے تیار نہیں۔ جس کے متعلق اسے یہ احساس ہو۔ کہ وُہ گورنمنٹ کی ایجنٹ ہے۔ پھر ہمارا مذہب چونکہ یہ ہے۔ کہ حکومت کی فرمانبرداری کی جائے۔ اور اس کے قوانین کی خلاف ورزی نہ کی جائے۔ مگر اس میں انگریزوں کی شرط نہیں۔ اگر کوئی ڈچ گورنمنٹ کے ماتحت رہتا ہو۔ تو اس کا فرض ہے۔ کہ ڈچ گورنمنٹ کی اطاعت کرے۔ اور اگر کوئی چین۔ جاپان یا افغانستان میں رہتا ہو۔ تو اس کا فرض ہے چینی۔ جاپانی یا ڈچ حکومت کی اطاعت کرے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے کہا۔ احمدیوں نے تو انگریزوں سے اپنے تعلقات بگاڑنے نہیں۔ آؤ اس الزام کے دُور کرنے کے لئے کہ جماعت احمدیہ حکومت انگریزی کی ایجنٹ ہے۔ حکومت انگریزی کے بعض افسروں کے دل میں تحریک پیدا کر دیتے ہیں۔ کہ وُہ آپ احمدیوں سے بگاڑ لیں۔ جیسے

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں

ہوا۔ آپ کی بھی یہی تعلیم تھی۔ کہ جس کے ماتحت رہو۔ اس کی اطاعت کرو۔ تیرہ سال آپ مکہ معظمہ میں رہے۔ اور آپ نے صبر و برداشت سے کام لیا۔ اس کے بعد خدا تعالےٰ آپ کو مدینہ لے گیا۔ اور وہاں اجازت دی گئی۔ کہ اگر دشمن تلوار سے حملہ کرتا ہے۔ تو تلوار سے اس حملہ کا دفاع کیا جائے۔ مگر اس حکم کے باوجود رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی دشمن پر

حملہ کرنے میں ابتداء

نہ کی۔ بلکہ اس انتظار میں رہے۔ کہ دشمن حملہ کرے۔ تو آپ اس کا جواب دیں۔ اور اگر یہی صورت حالات رہتی۔ کہ دشمن حملہ نہ کرتا۔ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم جنگ نہ کرتے۔ مگر اللہ تعالےٰ نے کہا۔ ہم نے چونکہ مسلمانوں کو ابتداءً حملہ کرنے سے روکا ہوا ہے۔ اس لئے وُہ تو حملہ نہیں کریں گے۔ آؤ ہم مکہ والوں کو لڑائی پر اکساتے ہیں۔ چنانچہ مکہ والوں کو میٹھے بٹھلائے جنون گودا۔ اور انہوں نے

مدینہ پر حملہ

کر دیا۔ تب مسلمانوں کو بھی جنگ کرنی پڑی۔ غرض بعض حکام کے موجودہ رویہ نے یہ بات ثابت کر دی ہے۔ کہ ہم حکومتِ انگریزی کے ایجنٹ نہیں۔ اگر گورنمنٹ کے ہم ایجنٹ ہوتے۔ تو کیا حکومت کا ہم سے وہی سلوک ہوتا جو اب ہو رہا ہے۔ پس یہ بھی ایک فائدہ ہے جو اس فتنہ کی وجہ سے ہمیں پہونچا۔ مذہب کی ہدایت کے ماتحت چونکہ ہم نے خود حکومت سے بگاڑ پیدا نہیں کرنا تھا۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے خود ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ ہم اس الزام سے بری ہو گئے۔ اور تبلیغ کا نیا رستہ ہمارے لئے کھل گیا۔

یہ وُہ اثرات ہیں۔ جو ہماری جماعت پر موجودہ فتن کے ہوئے ہیں۔ مگر یاد رکھو تمام تاثرات اور تاثیرات بے فائدہ ہوتی ہیں۔ جب تک وُہ جماعت جس کے لئے وہ تاثرات و تاثیرات پیدا کی جاتی ہیں۔ اپنے عمل سے یہ ثابت نہ کر دے۔ کہ وُہ ایک بڑھنے والی قوم ہے۔ اور کوئی روک اس کے مقصد کے حصول سے اسے نہیں ہٹا سکتی۔ میں جب میاں شریف احمد صاحب پر حملہ کے واقعہ کو دیکھتا ہوں۔ اور پھر لوگوں کے خطوط پڑھتا ہوں۔ تو مجھے حیرت اور ہنسی آتی ہے۔ ایک طرف میں اپنی جماعت کو بار بار یہ نصیحت کرتا ہوں۔ کہ

قانون شکنی نہ کرو

قانون شکنی نہ کرو۔ اور دوسری طرف لوگ مجھے لکھتے ہیں۔ کہ آپ ہمیں اجازت دے دیں۔ پھر دیکھیں کہ کیا ہوتا ہے۔ کیسی بیوقوفی کی بات ہے۔ جس بات کو میں مذہباً جائز ہی نہیں سمجھتا۔ اس کے جواز کی مجھ سے خواہش کرنی۔ کیا اس سے زیادہ بیوقوفی کی بات اور اس سے زیادہ عبث اور بیہودہ فعل بھی کوئی ہو سکتا ہے۔ مذہب کو جانے دو۔ اگر صرف قانون کا ہی سوال ہو تو کیا جسے اشتعال آیا کرتا ہے۔ وہ لوگوں سے کہا کرتا ہے۔ کہ مجھے اجازت دیجائے۔ اور پوچھا کرتا ہے۔ کہ اب میں کیا کروں۔ بھلا دنیا میں ایسی کوئی مثال ملتی ہے۔ کہ کسی کو اشتعال آیا ہو۔ اور وہ لوگوں سے مشورہ لینے کیلئے چلا گیا ہو۔ غرض مذہبی لحاظ سے۔ اخلاقی لحاظ سے اور قانونی لحاظ سے یہ بات بالکل بیہودہ ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ ایسا خیال محض ایک

بیچارگی کے احساس کیوجہ سے

پیدا ہوتا ہے۔ ورنہ اگر وہ عقل سے کام لیں اور سمجھیں۔ کہ وہ بیچارے نہیں۔ بلکہ قانون کے اندر رہتے ہوئے بھی ہزاروں حل ان کی مشکل کے موجود ہیں۔ تو اس قسم کے خیال ان کے دلوں میں کبھی پیدا نہ ہوں۔ میں نے ایک پہلے خطبۂ جمعہ میں بتایا تھا۔ کہ اگر تم میں سے کوئی شخص اٹھتا اور اپنے مخالفوں میں سے ایک کو مار دیتا ہے۔ تو اس سے کیا فائدہ ہوگا۔ کچھ بھی نہیں۔ ایسے کام انسان اسی وقت کرتا ہے۔ جب عقل بے چارگی کے احساس سے ماری جاتی ہے۔ مگر جب وُہ سمجھے۔ کہ میں

مشکل سے مشکل کام

کر سکتا ہوں۔ اور بغیر قانون شکنی کئے کر سکتا ہوں۔ تو اس وقت یہ خیالات اس کے دل میں پیدا نہیں ہوتے۔ اسی لئے میں نے اپنی جماعت کے ایک حصہ کو اجازت دی تھی۔ کہ ان میں سے وہ لوگ جو آزاد ہیں۔ اور حکومت کے ملازم نہیں۔ اپنے اپنے مقام پر

نیشنل لیگ

بنا لیں۔ اور جماعت کی حرمت کے تحفظ کے لئے کام کریں۔ مگر جہاں ہزاروں کی تعداد میں مجھے خطوط آئے ہیں۔ بلکہ جماعتوں اور افراد کے خطوط ملا کر میں سمجھتا ہوں۔ پچاس ساٹھ ہزار نفوس کی طرف سے عزیزم مرزا شریف احمد صاحب پر ایک احراری کے حملہ کے سلسلہ میں خطوط آئے ہیں۔ وہاں میں پوچھتا ہوں ان میں سے کتنے ہیں۔ جو

نیشنل لیگ کے ممبر

بنے۔ کیا وہ سمجھتے ہیں۔ کہ میری طرف غصہ اور جوش سے بھرے ہوئے خطوط لکھ دینے سے ان کے ایمان کا امتحان ہو جائیگا۔ اگر واقع میں تمہارے اندر ایمان ہوتا۔ اور ان واقعات کے نتیجہ میں تمہارے دلوں میں عارضی جوش نہیں۔ بلکہ حقیقی غیرت پیدا ہوئی ہوتی۔ تو بجائے اس رنگ میں جوش کا اظہار کرنے کے تمہیں چاہئے تھا۔ کہ تم نیشنل لیگ کے ممبر بنتے۔ اور اس کو مضبوط بناتے۔ مگر جہاں تک مجھے معلوم ہے نیشنل لیگ کی ممبری اس وقت دو اڑھائی ہزار سے زیادہ نہیں۔ حالانکہ اگر اپنے فرائض کا احساس ہوتا۔ اور باقاعدہ جدوجہد

کی جاتی۔ تو نیشنل لیگ کے اڑھائی تین ہزار ممبر صرف ضلع گورداسپور سے ہو سکتے تھے ہیں

دوستوں کو نصیحت

کرتا ہوں۔ کہ زبانی دعووں سے نہ خدا خوش ہو سکتا ہے۔ نہ میں خوش ہو سکتا ہوں۔ اور نہ دنیا کا کوئی عقلمند خوش ہو سکتا ہے۔ تم اپنی کتنی ہی غصے والی شکل بناؤ۔ تم فرط غیظ و غضب سے کسقدر کانپنے لگ جاؤ۔ تم کتنے ہی جوش میں مجھے ایک چٹھی لکھ دو۔ تم کتنے ہی زوردار الفاظ میں اخبار میں ایک ریزولیوشن شائع کرادو۔ ان تمام باتوں کا کیا فائدہ ہوگا۔ اور کون اس سے متأثر ہو سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ایک مثل

سنایا کرتے تھے۔ کہ کوئی امیر آدمی تھا۔ جس کے مطبخ میں سے کتے بہت سی چیزیں کھاجایا کرتے تھے۔ جب اس کے باورچیخانہ کا خرچ بہت بڑھ گیا۔ کیونکہ بہت سی چیزیں تو کتے کھا جاتے۔ اور بہت سی چیزیں ان کے منہ ڈالنے کی وجہ سے بیکار ہو جاتیں۔ تو اس نے اخراجات کو کم کرنے کی کوشش کی۔ اور جب اسے معلوم ہوا۔ کہ باورچی خانہ کا دروازہ نہ ہونے کی وجہ سے کتے اندر داخل ہو جاتے ہیں۔ تو اس نے حکم دیا۔ کہ باورچی خانہ کو دروازہ لگا دیا جائے۔ تاکہ کتے اندر داخل نہ ہو سکیں۔ جب دروازہ لگ گیا تو سارے کتے مل کر رونے لگے۔ کہ اب تو ہم بھوکے مرجائیں گے۔ جب سب نے مل کر رونا شروع کیا۔ تو ایک بڈھا کتا آیا۔ اور کہنے لگا۔ روتے کیوں ہو۔ انہوں نے کہا۔ اب ہم بھوکے مرجائیں گے۔ فلاں امیر کے باورچی خانہ سے کئی چیزیں کھا لیا کرتے تھے ہزاروں کی رسد اسمیں پڑی رہتی تھی۔ اور بیسیوں چیزیں تیار ملتی تھیں۔ مگر اب اس نے دروازہ لگوا دیا ہے۔ وہ بڈھا کتا کہنے لگا۔ پاگل ہو گئے ہو۔ بھلا جس نوکر کو اس بات کی پرواہ نہیں ہوئی۔ کہ تم وہاں سے چیزیں اٹھا اٹھا کر کیوں کھاتے ہو۔ وہ اس دروازہ کو بند کب کریگا۔ تو

خالی ریزولیوشنوں سے

کوئی نہیں ڈرا کرتا۔ نہ لوگوں پر اس کا کوئی اثر ہوا کرتا ہے۔ اور نہ عقل سے باہر نکل کر اپنے جذبات کا اظہار کرنے سے کوئی نتیجہ رونما ہوتا ہے۔ اپنے آپ کو منظم کر دینا اور قانون کے ماتحت رہتے ہوئے استقلال اور حسن تدبیر سے اپنے مطالبات کے حصول کے لئے کوشش کرنا یہ وہ چیزیں ہیں۔ جو انسان کو حقوق دلاتی ہیں۔ اگر قادیان کے تمام افراد بھی نیشنل لیگ کے ممبر بننا چاہیں۔ تو بن سکتے ہیں۔ کیونکہ کوئی سرکاری ملازم نہیں۔ جمعہ میں ہی تین ہزار کے قریب احمدی ہوتے ہیں۔ اور اس تمام ضلع کی احمدی آبادی میرے نزدیک ۱۵ ہزار کے قریب ہے۔ گو کبھی بھی

صحیح طور پر مردم شماری

کا ہمیں موقع نہیں ملا۔ پچھلے دنوں میں نے ہدایت کی تھی۔ کہ ضلع بھر کی احمدی مردم شماری کر کے میرے پاس رپورٹ کی جائے۔ مگر افسروں نے سمجھا۔ یہ مردم شماری صرف ان کے اپنے علم کے ازدیاد کے لئے ایک کھیل ہے۔ میرے پاس انہوں نے رپورٹ کرنے کی ضرورت نہ سمجھی) بہر حال اگر جماعت کی تعداد اس سے نصف بھی ہو۔ جتنی میں نے بیان کی ہے۔ تب بھی تین ہزار آدمی ضلع گورداسپور سے نیشنل لیگ کا ممبر ہو سکتا ہے۔ اور اگر باقی جماعتوں کے ممبروں کو اسمیں شامل کر لیا جائے۔ تو نیشنل لیگ کے ممبروں کی تعداد بہت زیادہ ہو سکتی ہے۔ مگر افسوس ہے۔ اسکی اہمیت کو ابھی تک لوگوں نے نہیں سمجھا۔ اگر نیشنل لیگ اپنے ممبروں میں توسیع کرے تو زیادہ ذمہ داری کے کام اس کے سپرد کئے جا سکتے ہیں۔ اور ہم پہلے سے زیادہ اختیارات نیشنل لیگ کو دینے کے لئے تیار ہیں۔ بشرطیکہ اس کے

پانچ ہزار ممبر

بن جائیں۔ جب پانچہزار ممبر بن جائیں گے۔ اور مجھے اسکی اطلاع مل جائے گی۔ اس وقت انہیں زیادہ وسیع پیمانے پر کام کرنے کی اجازت دے دیجائیگی۔ کئی لوگ یہ بھی شکوہ کرتے ہیں۔ کہ سلسلہ کے افسر

نیشنل لیگ کے کاموں میں دخل

دیتے ہیں۔ اور کہتے رہتے ہیں۔ یہ نہ کرو۔ وہ نہ کرو۔ میرے نزدیک گو ایک حد تک جماعت کے اعلیٰ کارکنوں کا نیشنل لیگ کے کاموں میں دخل دینا جائز اور درست ہو سکتا ہے۔ جیسے اگر نیشنل لیگ کسی وقت قانون کی خلاف ورزی کرنے لگے۔ تو وہ اسے روک سکتے ہیں۔ لیکن عام طور پر نیشنل لیگیں سلسلہ کے افسروں کے ماتحت نہیں ہیں۔ میں اعلان کر چکا ہوں۔ کہ میں بھی نیشنل لیگ کے کاموں میں دخل نہیں دونگا سوائے اس کے کہ کھلے طور پر دیکھوں۔ کہ قانون ملکی کو توڑا جا رہا یا قانون شریعت کی بیحرمتی کی جا رہی ہے۔ پس جب تک کفر بواح اس میں نہ پایا جائے۔ اور بغاوت بواح اسمیں نہ پائی جائے۔ میں بھی نیشنل لیگ کے کاموں میں دخل نہیں دونگا۔ کجا یہ کہ کوئی ناظر دخل دے مگر یہ عجیب بات ہے۔ کہ باوجود اس کے کہ نیشنل لیگ والوں کو ہم نے آزاد رکھا ہوا ہے۔ پھر بھی وہ ہم سے

مشورہ لینے کے خواہشمند

رہتے ہیں۔ حالانکہ انہیں اپنی عقل و سمجھ سے کام لیکر خود نئی نئی تجاویز سوچنی اور نئے نئے طریق کار معلوم کرنے چاہئیں۔ اصول میں نے بتا دئیے ہیں۔ کہ قانون شکنی نہ کرو۔ اور شریعت شکنی نہ کرو۔ اور ان دونوں پابندیوں کے ساتھ سلسلہ کی حفاظت کے لئے پوری پوری کوشش کرو۔ بے شک اس کے لئے اگر دیگر انجمنوں کو تمہیں اپنے ساتھ ملانا پڑے۔ تو ملا لو۔ اور اگر خود ان انجمنوں میں سلسلہ کی بہبودی کے لئے ملنا چاہو۔ تو مل جاؤ۔ پھر اپنے لٹریچر کے ساتھ۔ جلسوں کے ساتھ۔ اور تنظیم کے ساتھ نیشنل لیگ کو مضبوط بناؤ۔ سکھوں اور ہندوؤں اور غیر قوموں کی بھی بیشک تنظیم کرو۔ ان امور میں ہم سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر ہمیں ان کاموں کے لئے فرصت ہوتی۔ تو اس کام کو علیحدہ کرنے کی ضرورت کیا تھی۔ علاوہ ازیں میری

مذہبی ذمہ داریاں

مجھے اجازت نہیں دیتیں۔ کہ میں ایسے کاموں میں حصہ لوں۔ کشمیر کے کام کے بعد میں نے دل میں اقرار کیا تھا۔ کہ میں آئندہ حتی الوسع کسی ایسے کام میں حصہ نہیں لوں گا۔ کیونکہ ان دنوں میں نے دیکھا۔ کہ سلسلہ کے دوسرے کاموں کے لئے میرے پاس بہت کم وقت بچتا تھا۔ پھر آخر میں انسان ہوں۔ اور ساری دنیا کے کام نہیں کر سکتا۔ کام تبھی چل سکتا ہے۔ کہ بعض قسم کے کام سنبھالنے کے لئے ہماری جماعت ہر وقت تیار رہے۔ اور جب اس کے سپرد کوئی کام کیا جائے۔ تو وہ اسے تندہی سے کرے

باقی

طبیعت میں ڈر

جو ہوتا ہے۔ اس سے کام نہیں چلتا۔ یہ خیال کہ شاید ہمارے اس کام سے خلیفۃ المسیح ناراض ہو جائیں۔ شاید اس کام سے گورنمنٹ ناراض ہو جائے۔ شاید فلاں افسر ناراض ہو جائے۔ بالکل فضول خیالات ہیں۔ اور ان خیالات سے کام میں کامیابی نہیں ہوا کرتی۔ جب کوئی خفا ہوگا دیکھا جائیگا۔ تم پہلے ہی ڈر کر اپنے کام کو کیوں خراب کرتے ہو۔ ہاں سوچ کر کام کرو۔ اور غور و فکر کرنے کے بعد بھی اگر کوئی تم سے غلطی ہو جاتی ہے۔ تو خوشی سے سزا برداشت کر لو۔ جو شخص سزا سے ڈرتا ہے۔ وہ کبھی کام نہیں کر سکتا۔ اگر تم ڈرتے رہو کہ اس کام سے خلیفۃ المسیح ناراض ہو جائیں گے فلاں کام سے فلاں افسر ناراض ہو جائیگا۔ تو تم کبھی کام نہیں کر سکو گے۔ اگر تم اپنی طرف سے سوچ سمجھ کر ایک کام کرتے ہو۔ اور میں کسی وجہ سے ناراض ہوتا ہوں۔ تو میری ناراضگی بھی تمہارے لئے مفید ہوگی۔ اور اس طرح تم

خدا تعالیٰ کی خوشنودی

حاصل کر سکو گے۔ اور اگر اپنی کسی بری حرکت سے میرے ناراض ہونے کا تمہیں قوی احتمال ہے تو ایسی حرکت تم کرو گے ہی کیوں۔ ایک مجسٹریٹ کے پاس ایکدفعہ ایک احمدی کسی گواہی کے لئے گیا۔ گواہی کے بعد اس نے مذہبی بات چیت شروع کر دی۔ اور کہنے لگا۔ میں کچھ باتیں پوچھنی چاہتا ہوں کیا آپ ناراض تو نہیں ہوں گے۔ وہ احمدی کہنے لگا۔ اگر آپ ناراضگی کی بات نہیں کرینگے۔ تو کیا میں پاگل ہوں۔ جو ناراض ہو جاؤں گا۔ اور اگر وہ بات جو آپ کہنا چاہتے ہیں ناراضگی والی ہے۔ تو آپ کریں ہی کیوں۔ پس اگر تمہارے نزدیک کوئی مجھے ناراض کرنے والی بات ہے تو وہ کیوں کرتے ہو۔ اور اگر تم اپنی طرف سے ہدایات پر عمل کرتے ہوئے کوئی کام کرو مگر میرے نزدیک وہ غلط ہو۔ تب بھی تمہیں اپنی

نیک نیت کا ثواب

ملجائیگا۔ اور میری ناراضگی تمہاری اصلاح کا موجب ہوگی۔ یاد رکھو جو شخص اس لئے کوئی قربانی کرتا ہے۔ کہ وہ اسے سلسلہ کیلئے مفید سمجھتا ہے۔ اسکا اسے ثواب ملیگا۔ خواہ ہم ناراض ہو جائیں۔ کیونکہ وہ اس لئے ناراضگی سے نہیں ڈرتا۔ کہ وہ میری ناراضگی کی کوئی قیمت نہیں سمجھتا۔ بلکہ اس لئے نہیں ڈرتا۔ کہ وہ سمجھتا ہے۔ کہ جب میرے سپرد ایک کام کیا گیا ہے۔ تو میرا فرض ہے۔ کہ مقررکردہ حدود کے اندر رہ کر دلیری سے کام کروں۔ اور نتائج کی پرواہ نہ کروں

پس اگر باوجود تمہاری تمام احتیاطوں کے کسی وجہ سے میری ناراضگی کے تم مورد بنتے ہو۔ تو یہ ناراضگی تمہارے لئے خدا تعالیٰ کی خوشنودی کا موجب ہوگی۔ غرض

آزاد ہو کر کام کرو

میری طرف سے تم پر صرف دو پابندیاں عاید ہیں۔ اول شریعت شکنی مت کرو۔ دوسرے قانون شکنی مت کرو۔ اس کے بعد جتنے جائز ذرائع سے تم کام لے سکتے ہو۔ لو اور جتنے جائز ذرائع سے تم سلسلہ کی عظمت کو ملک میں قائم کرسکتے اور اس کی ہتک کا ازالہ کرسکتے ہو۔ یا سارے ملک کی عظمت اور وقار کو قائم کرنے کے لئے جدوجہد کرسکتے ہو۔ کرو۔ اور

نڈر ہو کر کام کرو!

میں اس موقعہ پر جماعت سے بھی کہتا ہوں۔ کہ ان میں سے جو لوگ نیشنل لیگ کے ممبر بنے ہیں۔ وہ اس کی کیا

مالی امداد

کرتے ہیں۔ قربانی کے دعوے کرنے سے کیا بنتا ہے۔ جبکہ عملی رنگ میں تم قربانی کرنے کے لئے تیار نہ ہو۔ تم یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ تم صدر انجمن کے چندے بھی دیتے ہو۔ چندہ تحریک جدید بھی جاری ہے۔ اور اب یہ نیا چندہ شروع ہو گیا ہے۔ اگر تم اپنا سب کچھ احمدیت کو دینے کے لئے تیار نہیں۔ اگر تم مالی امداد کرنے سے کسی وقت بھی گھبراتے اور کنارہ کشی اختیار کرتے ہو۔ تو تم کیوں یہ کہکر جھوٹ بولتے ہو۔ کہ ہماری جان اور ہمارا مال سلسلہ کے لئے حاضر ہے۔ اور کیوں یہ کہکر جھوٹ بولتے ہو۔ کہ اگر ہمیں حکم دیا جائے۔ تو ہم اپنا سب کچھ خدمتِ اسلام کے لئے وقف کرنے کو تیار ہیں۔ کیا کبھی روپیہ کے بغیر بھی کوئی کام چل سکتا ہے اگر نہیں تو بغیر روپیہ کے نیشنل لیگ کا کام کس طرح چل سکے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کم سے کم روپیہ کی ضرورت ہوا کرتی تھی۔ مگر اس زمانہ میں بھی حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ایک دفعہ بارہ ہزار درہم چندہ دیا۔ جب تک ہماری جماعت کی تمام نیشنل لیگیں اپنے اپنے پاؤں پر مضبوطی سے کھڑی نہیں ہو جاتیں۔ جب تک ایک

آل انڈیا یا ڈیرہ نیشنل لیگ

قائم نہیں ہو جاتی۔ جب تک اس کا ایک مستقل دفتر نہیں بن جاتا۔ جب تک اس کے لئے ایک مستقل پریس کا انتظام نہیں ہو جاتا۔ جب تک اس کا ایک مستقل سکرٹری مقرر نہیں ہو جاتا۔ جب تک اس کی شاخیں تمام ہندوستان میں پھیل نہیں جاتیں۔ اور ان کی نگرانی اور قیام کے لئے انسپکٹر مقرر نہیں ہوتے۔ اور جب تک اس کے لئے ایک مستقل والنٹیر کور مرتب نہیں ہو جاتی جو مفوضہ کاموں کو فوری طور پر سرانجام دے۔ اس وقت تک نیشنل لیگ کب کام کرسکتی ہے۔ ہمارے آدمی شاید یہ سمجھتے ہوں کہ یہ کام اسی وقت ضروری ہوتے ہیں۔ جب لڑائی ہو رہی ہو۔ امن کے زمانہ میں ان کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مگر یہ درست نہیں۔ دُنیا میں کبھی کوئی کام تنظیم کے بغیر نہیں ہوا۔ معمولی مدرسوں کے لئے بھی

سرمایہ کی ضرورت

ہوتی ہے۔ پھر نیشنل لیگ کے دفتر اور دفتر کی ضروریات کے لئے اور اسے تمام ہندوستان میں پھیلانے کے لئے کس قدر روپیہ کی ضرورت ہے۔ میرے یہ کہدینے سے کہ قانون اور شریعت کی خلاف ورزی نہ کرو۔ یہ مطلب نہیں۔ کہ تھوک سے پکوڑے پک جائیں گے اس کے لئے مستقل تنظیم کی اور ہزار ہا روپیہ سالانہ کی ضرورت ہے۔ سکرٹری کی ضرورت ہے۔ کلرکوں کی ضرورت ہے۔ انسپکٹروں کی ضرورت ہے۔ جو تمام نیشنل لیگوں کا دورہ کرتے رہیں۔ دفاتر کی ضرورت ہے۔ اور اسی طرح کی اور سینکڑوں چیزیں ہیں۔ جن کے لئے روپیہ درکار ہے۔ اس لیگ کو ہندوستان کی اور انجمنوں میں چندہ دینے کے لئے بھی روپیہ کی ضرورت ہوگی۔ پس مالی امداد سے دریغ مت کرو۔ نیشنل لیگ سے بھی میں کہتا ہوں۔ کہ اسے چاہیئے۔ جو لوگ اخلاص کے ساتھ اس میں شامل ہونے کے لئے تیار نہیں۔ انہیں شامل ہونے پر مجبور نہ کرے۔ اور جو لوگ شامل ہوں۔ ان سے

باقاعدہ چندہ

وصول کرے۔ جو آسودہ حال ہوں۔ ان سے زیادہ رقم لے۔ اور جو غریب ہوں۔ ان کے لئے ادنیٰ شرح چندہ مقرر کردے۔ مثلاً پیسہ یا ڈیڑھ پیسہ ماہوار یا چار آنے سالانہ چندہ مقرر کردے۔ تا غریب سے غریب آدمی بھی اس میں داخل ہوسکے۔ مگر یہ چار آنے سالانہ اس کے لئے ہیں۔ جو بہت ہی غریب ہے۔ جو اس سے اچھی حالت میں ہو۔ وہ زیادہ دے۔ کوئی ایک روپیہ ماہوار دے کوئی پانچ روپیہ اور کوئی دس روپیہ ماہوار دے۔ اور جو اخلاص کے ساتھ نہیں دینا چاہتا۔ اس کے متعلق یہ ضرورت نہیں۔ کہ اُسے اپنے ساتھ شامل رکھا جائے۔ پس

نیشنل لیگ اپنی تنظیم کرے

اور جن جن جماعتوں کے ساتھ تعاون کرسکتی ہے۔ ان کے ساتھ تعاون کرے۔ بعض جماعتیں ایسی ہیں۔ جو بغاوت کی تعلیم دیتی ہیں۔ بعض قتل و غارت کی تلقین کرتی ہیں۔ بعض قانون کی پابندی کو ضروری نہیں سمجھتیں۔ ان معاملات میں کسی جماعت سے ہمارا تعاون نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ یہ ہماری

مذہبی تعلیم کے خلاف امور

ہیں۔ اور مذہب کی پابندی اتنی ضروری ہے۔ کہ چاہے ساری گورنمنٹ ہماری دشمن ہو جائے۔ اور جہاں کسی احمدی کو دیکھے۔ اسے صلیب پر لٹکانا شروع کردے۔ پھر بھی ہمارا یہ فیصلہ بدل نہیں سکتا۔ کہ قانونِ شریعت اور قانونِ ملک کبھی نہ توڑا جائے اگر اس وجہ سے ہمیں شدید ترین تکلیفیں بھی دی جائیں۔ تب بھی یہ جائز نہیں کہ ہم اس کے خلاف چلیں ہاں یہ ہوسکتا ہے۔ کہ ہم اس ملک کو چھوڑ دیں۔ اور کسی اور ملک میں چلے جائیں۔ پس اس استثنا کے ساتھ نیشنل لیگ جن جماعتوں کے ساتھ مل کر کام کرنا چاہے کرسکتی ہے۔ مثلاً کانگریس قانون شکنی بھی کرتی ہے۔ اور اور بھی بہت سے مفید کام کرتی ہے۔ اگر کانگریس یہ معاہدہ کرے۔ کہ وہ قانون شکنی کا کوئی معاملہ تمہارے سامنے پیش نہیں کرے گی۔ تو تم اس میں بے شک شامل ہو جاؤ۔ اور

ملک اور قوم کی خدمت

کرو۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ قوتِ ارادی کے مضبوط ہونے کے بعد کوئی چیز انسان کو نقصان نہیں پہونچا سکتی۔ کانگریس کو اگر نقصان پہونچا ہے۔ تو محض قوتِ ارادی کی کمزوری کی وجہ سے۔ مثلاً اس نے تحریک شروع کی۔ کہ انگریزی چیزوں کا بائیکاٹ کیا جائے۔ اب اس کے لئے لوگوں کے آگے ہاتھ جوڑے جا رہے ہیں۔ پاؤں پڑ رہے ہیں۔ رستوں میں لیٹ رہے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ خدا کے لئے انگریزی چیزیں نہ خریدو۔ میں نے بارہا بیان کیا ہے۔ کہ یہ عدم تشدد نہیں۔ بلکہ تشدد ہے۔ ہمارا حق ہے۔ کہ ہم مونہہ سے لوگوں کو سمجھائیں۔ اور کہیں۔ کہ ان چیزوں کے خریدنے کے یہ یہ نقصان ہیں۔ مگر یہ کہ ہم راہ چلتے لوگوں کا راستہ روک لیں۔ یہ تشدد ہے۔ خواہ ہم لوگوں کے ٹھڈے ہی کیوں نہ کھائیں لیکن قوتِ ارادی یہ تھی۔ کہ وہ کہتے ہم خود کبھی انگریزی چیزیں استعمال نہیں کرینگے۔ اور لوگوں کو بھی اس کے فوائد بتلاتے رہتے۔ کونسا قانون ہمیں مجبور کرتا ہے۔ کہ ہم ضرور انگریزی چیزیں خریدیں۔ پس اگر ملک میں یہ روح پیدا کردی جاتی۔ کہ

اپنے ملک کی بنی ہوئی چیزیں

استعمال کرنے میں ہی فائدہ ہے۔ تو نہ تشدد کی ضرورت ہوتی۔ اور نہ لوگوں کے پاؤں پڑنے اور ستیہ گرہ کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی۔ آسانی سے خودبخود لوگ اس کی طرف مائل ہو جاتے۔ نقصان پہونچانے والی اصل بات یہ ہے۔ کہ تمہارے دل میں یہ خیال پیدا ہو جائے۔ کہ فلاں حق کے حاصل کرنے کے لئے قانون شکنی کی ضرورت ہے مجھے ان لوگوں پر ہمیشہ ہنسی آتی ہے۔ جو کہا کرتے ہیں۔ کہ

قانون شکنی

کے بغیر کوئی کام نہیں ہوسکتا۔ قانون شکنی ایک بلا ہے۔ ایک مصیبت ہے۔ ایک لعنت ہے۔ اور یقینی طور پر قانون کے اندر رہتے ہوئے ہم اپنے حقوق کو حاصل کرسکتے ہیں۔ گو بعض دفعہ حق کے حاصل کرنے میں دیر ہو جاتی۔ اگر قانون شکنی کی وجہ سے ایک حق ہمیں سال میں حاصل ہوسکتا ہو۔ اور قانون کی پابندی کرکے دو یا تین سال میں۔ تو میں کہونگا۔ کہ دو یا تین سال قانون کے ماتحت کوشش کرو۔ مگر قانون شکنی کے قریب بھی مت جاؤ۔ پس اپنے مذہبی اصول کو کبھی مت چھوڑو۔

ہمارے اصول خداتعالےٰ کی طرف سے ہیں۔ اور ان کی پابندی سے ہی تم اپنے مقاصد کو حاصل کر سکتے ہو۔ اپنے طور پر بھی اگر مجھے کبھی خیال آیا۔ تو میں تمہاری رہنمائی کرتا رہونگا۔ مگر میں یہ پسند نہیں کرتا۔ کہ تم بات بات میں مجھ سے مشورہ لو۔ اور میرا وقت ضائع کرو۔

تبلیغ کا کام

اب خداتعالےٰ کے فضل سے اتنا وسیع ہو چکاہے۔ کہ ۲۴ گھنٹوں میں بھی وہ ختم ہونے میں نہیں آتا۔ بہت سی ڈاک پڑی رہتی ہے۔ پس ہمت سے کام لو۔ اور اپنی عقل اور فہم مشکلات کے حل کے لئے دوڑاؤ۔

پہلا قدم ہماری جدوجہد کا

یہ ہے۔ کہ ہم حکومت پنجاب کے پاس جائیں اور اس سے دادرسی کی درخواست کریں۔ اسکی طرف سے ایک جواب تو ہمیں مل گیا ہے۔ اور گو اس پر ابھی پورا غور ہم نے نہیں کیا۔ مگر ایک حد تک اس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ

حکومت پنجاب ہماری باتوں پر غور کرنیکے لئے تیار نہیں

اور گو جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے۔ ابھی پورا غور اس چٹھی پر نہیں کیا گیا۔ لیکن قریباً قریباً وہ حکومت پنجاب کا آخری فیصلہ ہے۔ اور اگر الفاظ پر مزید غور کرنے کے بعد بھی ہمیں یہی معلوم ہؤا۔ کہ وہ

حکومت پنجاب کا آخری جواب

ہے۔ تو پھر ہم حکومت ہند کے پاس جائیں گے اور اگر وہاں بھی دادرسی نہ ہوئی۔ تو گورنمنٹ انگلستان کے پاس جائیں گے۔ اس کے بعد انگلستان کے لوگوں سے اپیل کریں گے۔ اور پھر ساری دنیا کے سامنے ہماری اپیل ہوگی یہ رستہ ہے جو میں نے تجویز کیا ہے۔ اور یہ کوئی معمولی نہیں۔ بلکہ نہایت ہی اہم رستہ ہے۔ اگر

دانائی اور ہوشیاری

سے کام کرو۔ تو اسی ایک رستہ سے تم کامیابی کی منزل تک پہنچ سکتے ہو۔ اور پھر اور ہزاروں رستے ہیں جن پر چلا جا سکتا ہے۔ اور بغیر قانون شکنی کئے۔ بغیر فتنہ و فساد پھیلائے۔ بغیر لڑائی جھگڑا کئے۔ اور بغیر کسی قسم کا اپنے اوپر الزام لینے کے تم اپنی دادرسی کرا سکتے اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہو۔ مگر یاد رکھو۔ خداتعالیٰ اسی کی راہنمائی کرتا ہے۔ جو اس کے قانون کا ادب کرتا ہے۔ آخر خداتعالیٰ مجھے اسی لئے یہ باتیں سمجھاتا ہے۔ کہ میں سمجھتا ہوں۔ جو خداتعالیٰ نے کہا ہے۔ وہ درست ہے۔ خداتعالیٰ نے کہا ہے۔ قانون شکنی نہ کرو۔ اور میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ یہ حکم درست ہے۔ خداتعالےٰ نے کہا ہے۔ شریعت کے کسی حکم کو نہ توڑو۔ اور مجھے یقین ہے۔ کہ اسی میں برکت ہے۔ پس اس وجہ سے مجھے وہ نور ملتا ہے۔ جو میری راہنمائی کرتا اور نئی سے نئی باتیں سمجھاتا ہے۔ مگر تم خداتعالےٰ کے احکام پر شبہ کرتے اور بعض دفعہ یہ خیال کرتے ہو۔ کہ اس موقع پر قانون شکنی ہی مناسب ہے۔ اور اس طرح اس نور سے محروم رہتے ہو۔ اس کے علاوہ بھی میں

حقوق کے حاصل کرنے کے لئے

بیسیوں نہیں سینکڑوں رستے بتا سکتا ہوں مگر میں بتاتا نہیں۔ کیونکہ جو لوگ پکی پکائی کھانے کے عادی ہو جائیں۔ وہ نکمے اور سست ہو جاتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ تم بجائے پکی پکائی کھانے کے خود پکانے کی عادت ڈالو۔ اور بجائے اس کے کہ میں تمہاری کامیابی کے طریق تمہیں بتاؤں۔ تم آپ اپنی عقل سے کام لے کر نئے نئے طریق تجویز کرو۔ اس طریق پر اگر تم کام کرو گے۔ تو تم عنقریب دیکھو گے۔ کہ تمہارا بدلہ نہایت عمدگی سے لیا جائیگا۔ اور دنیا کو تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ احمدی قوم نے مذہب کو بھی اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اور قانون کو بھی اپنے ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ اور پھر بھی

اپنی عظمت اور احترام

اور سلسلہ کے وقار کو دنیا میں قائم کردیا۔

وصیتیں

ع ۴۳۷۱۔ منکہ شیخ الہ بخش ولد شیخ پیر بخش صاحب قوم شیخ پیشہ ملازمت عمر تقریباً ستر سال تاریخ بیعت ۱۲ ۲۵ ۹۲ ساکن گوجرانوالہ ضلع گوجرانوالہ بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج ۶ ۲/۳۵ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائیداد دو مکان پختہ دو منزلہ ملحقہ بحدود مشرق مسجد میاں کاکا مغرب مکان مسماۃ پناہی کشمیریاں شمال مکان مستری نور الدین۔ جنوب گلی شارع عام واقعہ گوجرانوالہ اندرون دروازہ ایمن آبادی ہیں۔ جن کی قیمت تخمیناً تین اور چار ہزار کے درمیان موجودہ وقت میں ہے۔ میں اپنے متروکہ کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں میں ملازمت سے فارغ ہو چکا ہوں۔ محکمہ ریلوے میں گڈس کلرک تھا۔ پنشن کوئی نہیں اپنے لڑکے بابو عبدالکریم حکیم انسپکٹر کے پاس رہتا ہوں۔ آمدنی کوئی نہیں۔ اگر کوئی ہوگی۔ تو اس کا بھی ۱/۱۰ حصہ تازیست داخل خزانہ انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔

العبد۔ شیخ الہ بخش بقلم خود۔

گواہ شد۔ صاحبدین ولد شیخ فخر محمد ڈھینگرہ ہاؤس گوجرانوالہ۔

گواہ شد۔ کرم الٰہی احمدی جراح ولد میاں محمد بخش احمدی گوجرانوالہ بقلم خود۔

ع ۴۳۷۰۔ منکہ نور الدین ولد میاں کرم بخش قوم کشمیری پیشہ تجارت عمر ۳۷ سال تاریخ بیعت ۱۹۰۳ء ساکن موہہ حال کھاریاں ضلع گجرات بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ ۶ ۵/۳۵ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میرے پاس ایک مکان جس کی قیمت ۵۰۰ روپیہ اور ایک زمین ۸ ۱/۲ مرلہ قیمت فی مرلہ ۶۲ روپیہ ہے۔ اس کی قیمت ۵۶۲ روپیہ ہے۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔

ماسوا اس کے تجارت کی آمدنی سے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اگر میرے مرنے کے بعد اور کوئی جائیداد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ لہذا وصیت ہذا تحریر کردیتا ہوں۔ تاکہ سند رہے۔

العبد۔ نور الدین بقلم خود ۶ ۵/۳۵۔

گواہ شد۔ محمد الدین سکریٹری بقلم خود۔

گواہ شد۔ بقلم خود فضل الٰہی امیر جماعت احمدیہ کھاریاں۔

ہندوستان اور ممالکِ غیر کی خبریں

کوئٹہ ۲ اگست۔ کوئٹہ میں سڑکوں اور غیر گنجان جگہوں کی کھدائی کا کام شدت سے ہو رہا ہے۔ بہت جلد شہر میں چھوٹی ریلوے لائن بچھا دی جائیگی۔ جس سے ملبہ اٹھانے میں بہت مدد ملے گی۔ اب تک ایک سو لاشیں نکالی جا چکی ہیں

بنگلور ۲ اگست۔ سونے کی کان کی ہڑتال کے متعلق اطلاع مظہر ہے۔ کہ چار ہزار مزدور ہڑتال پر ہیں۔ کام شروع ہو گیا ہے۔ اور پولیس کا پہرہ بدستور جاری ہے۔

لاہور ۲ اگست۔ آج مسٹر ایس پرتاپ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے اعلان کیا ہے۔ "چونکہ شہر کی حالت درست ہو گئی ہے اور کسی قسم کے فرقہ وارانہ حملہ کی واردات نہیں ہوئی۔ اس لئے میں کرفیو آرڈر کو منسوخ کرتا ہوں۔ اب لوگ تمام رات اپنے گھروں سے باہر رہ سکتے ہیں"

جنیوا ۳ اگست اٹلی اور ایبے سینیا کے باہمی تنازعہ کے متعلق مسٹر انتھونی ایڈن اور مسٹر لوال کے مجوزہ ریزولیوشن پر مکمل سمجھوتہ ہو گیا ہے۔ اٹلی نے اس کے ساتھ کامل اتفاق کا اظہار کر دیا ہے۔ اور عدیس آبابا سے آمدہ اطلاع مظہر ہے۔ کہ شاہ ایبے سینیا نے بھی اپنے نمائندہ کو رضامندی دینے کی ہدایت کر دی ہے۔ ریزولیوشن کی رُو سے تنازعہ کا فیصلہ آئندہ ستمبر تک ملتوی کر دیا گیا ہے

امرتسر ۳ اگست۔ اخبار احسان پانچ اگست لکھتا ہے۔ کل مسجد خیر دین میں مسلمانانِ امرتسر کا ایک جلسہ زیر صدارت مسٹر عزیز ہندی منعقد ہوا۔ جس میں احراریوں اور انجمن تحفظ مسجد شہید گنج میں لڑائی ہو گئی۔ ایک دوسرے پر آوازے کسے گئے۔ گالی گلوچ سے باقاعدہ ہاتھا پائی تک نوبت پہونچی۔ جس میں ایک لڑکے کے دانت بھی ٹوٹ گئے۔ رات کے جلسہ میں احراریوں نے پھر گڑبڑ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ مگر شورش پسندوں کو باہر نکال دیا گیا اس کے بعد جلسہ نہایت کامیابی سے جاری رہا۔

لاہور ۳ اگست۔ آج تین بجے دوپہر مسمیان محمد رفیق اور توڑا گل پٹھان کے مقدمہ کا فیصلہ سُنا دیا گیا۔ ملزمان کے خلاف گذشتہ فسادات کے دوران میں ایک سکھ مسمی گنڈا سنگھ کو قتل کرنے کا الزام تھا۔ محمد رفیق کو دس سال قید بامشقت کی سزا دی گئی۔ اور توڑا گل کو بری کر دیا گیا۔

لندن ۲ اگست۔ معلوم ہوا ہے کہ اگر جنگ چھڑ گئی۔ تو ایبے سینیا ان دریاؤں پر جن کا دہانہ حبشہ میں ہے لیکن اطالوی سمالی لینڈ کی طرف بہتے ہیں۔ بند لگا دیگا۔ جس سے اطالوی افواج کے لئے حبشہ کی طرف بڑھنے کے تمام راستے مسدود ہو جائینگے۔

لاہور ۳ اگست۔ ایک اسی سالہ بوڑھا مسلمان رات کے وقت کسی طریق سے مسجد شہید کی جگہ جا پہونچا۔ اور وہاں کھڑے ہو کر اس نے اذان دی۔ یہ امر کہ آیا اس نے اذان مسجد شہید گنج میں دی یا ملحقہ گوردوارہ کو غلطی سے مسجد شہید گنج سمجھ کر اس میں اذان دی ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا۔ اسے گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اور عدالت میں اس پر مقدمہ چل رہا ہے

پیرس ۳ اگست۔ نیپلز سے اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ اس ہفتہ دو جہازوں میں تین ہزار بیمار اطالوی سپاہی افریقہ سے اٹلی پہونچے۔ مزدوروں اور سپاہیوں کی واپسی سے دوسرے سپاہیوں کے حوصلے پست ہو رہے ہیں۔ اور وہ اب افریقہ جانے کے خواہشمند نہیں۔

کلکتہ ۳ اگست۔ سشن جج علی پور کی جان لینے کی کوشش کے سلسلہ میں سات بنگالی گرفتار کئے گئے۔ جنہیں چیف پریذیڈنسی مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ ۹ اگست تک کارروائی ملتوی ہوئی۔ سشن جج مذکور نے دہشت انگیزی اور سازش کے کئی مقدمات کی سماعت کی تھی۔

لاہور ۲ اگست۔ شاہی مسجد میں قریباً دو ہزار مسلمانوں نے نماز جمعہ ادا کی۔ نماز کے بعد مسلمانوں نے مسجد شہید گنج کے متعلق حالات حاضرہ پر اظہار خیال کیا۔ اور مسلمانوں کے پُر امن اور نہتے ہجوم پر گولی چلائے جانے کی پُر زور مذمت کی۔ اس کے ساتھ ہی "انجمن تحفظ مساجد و اوقاف" اور "انجمن اتحاد ملی" اور مسلم اکابر سے پوچھا گیا کہ انہوں نے مسجد شہید گنج کے سلسلہ میں اب تک کیا کام کیا۔ اگر اب تک وہ کوئی پروگرام مرتب نہیں کر سکے۔ تو آئندہ جمعہ تک وہ اپنا پروگرام مسلمانوں کے سامنے رکھیں۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا گیا کہ اگر مذکرہ جماعتوں نے یا اکابر قوم نے مسلمانوں کی آواز پر توجہ نہ دی۔ تو مسلمانوں کا فرض ہو گا۔ کہ وہ ان سے بے تعلقی کا اعلان کر دیں۔ اور انہیں کسی قسم کا چندہ وغیرہ نہ دیں۔ بلکہ خود میدانِ عمل میں نکلیں۔

پشاور (بذریعہ ڈاک) گذشتہ جمعہ مسجد مہابت خان میں ایک عام جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں مولوی عبدالودود صاحب نے مجلس احرار لاہور کے بیانات پر شدید نکتہ چینی کی۔ اور اس سے بیزاری کا اعلان کرتے ہوئے کہا۔ کہ مجلس احرار لاہور کے ساتھ مجلس احرار پشاور کا آئندہ کوئی تعلق نہیں ہو گا۔

لنڈن ۲ اگست۔ آج گیارہ بجکر چالیس منٹ پر ملک معظم نے انڈیا بل پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ جب انڈیا بل نے قانون کی شکل اختیار کی۔ تو دارالامرا میں کافی حاضری تھی۔ لارڈ چانسلر۔ لارڈ ڈسٹین ہوپ۔ مارکوئیس آف زٹلینڈ لارڈ لنڈنڈری وغیرہم موجود تھے۔ مخالف جماعت کے بنچ بالکل خالی تھے۔

کراچی ۲ اگست (نامہ نگار) رپورٹ سے اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ کوئٹہ میں ایک حلوائی ۴۷ روز تک ملبہ کے نیچے دبا رہنے کے بعد زندہ نکل آیا۔ وہ اپنی دکان کے اندر جس پر اور مکانات گر گئے تھے۔ بند رہا۔ اور مٹھائی وغیرہ کھا کر گذارہ کرتا رہا اور ساتھ ہی باہر نکلنے کا راستہ بناتا رہا باہر نکلنے پر پہریداروں نے اسے لٹیرا سمجھکر گرفتار کر لیا۔ مگر حقیقت معلوم ہونے پر اسے رہا کر دیا گیا۔

لاہور ۳ اگست۔ دریائے جہلم میں طغیانی سے ضلع جہلم کے بہت سے رقبہ کی فصلیں تباہ ہو گئی ہیں۔ دو اشخاص ڈوب گئے۔ اور بہت سے مویشی بھی لقمۂ اجل ہو گئے ہیں۔

روم ۲ اگست۔ سیاہ پوشوں کی ایک یا دو ڈویژنوں کو جنگ کے لئے تیار کیا جا رہا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اٹلی لیگ۔ یا کسی اور کی مداخلت کی پروا نہ کرتا ہوا اپنا کام جاری رکھے گا۔

بمبئی ۳ اگست۔ آل انڈیا ٹریڈ یونین کانگریس کی مجلس عاملہ نے نئی اصلاحات کو مسترد کرنے اور اس کے ماتحت عہدے قبول نہ کرنے کا ریزولیوشن پاس کیا ہے

ایتھنز ۲ اگست۔ یونان میں ملوکیت کی مراجعت کے متعلق آراء شماری کی تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں۔ آخری حکم نیشنل اسمبلی کے ہاتھ ہو گا۔ جو اس بات کا فیصلہ کرے گی۔ کہ آیا اکثریت اس تبدیلی کے حق میں ہے یا نہیں۔ سابق شاہ یونان نے اعلان کیا ہے۔ کہ وہ اپنی سابقہ شاہی جائیدادوں کی واپسی کا مطالبہ نہیں کرینگے۔

الہ آباد ۲ اگست۔ سٹی مجسٹریٹ الہ آباد نے اخبار "پائنیر" لکھنؤ "پرتاپ" کانپور "ورتمان" کانپور۔ "ملت" دہلی۔ "بیدار" کانپور اور بعض دیگر اخبارات کے ایڈیٹروں اور پرنٹروں کے نام سمن جاری کئے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے پنڈت کیشو مصرا ایڈیٹر "سرپنچ" الہ آباد کے ایک اور ایڈیٹر کے ہاتھوں ناک کٹنے کی خبر شائع کی تھی۔ یہ خبر بالکل غلط تھی۔ اور مدعی کا بیان ہے۔ کہ اس خبر کی تشہیر کی وجہ سے اس کو بہت بڑا معاشرتی دماغی اور مالی نقصان پہونچا ہے۔

(عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا) ایڈیٹر غلام نبی